مسلسل اشاعت کا ستائیسواں سال
ماہنامہ
معارفِ رضا
کراچی
مدیر اعلیٰ
سید وجاہت رسول قادری
مدیر
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
شمارہ: ۷
جلد: ۲۷
جولائی ۲۰۰۷ء
جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی)
اسلامی جمہوریہ پاکستان
www.imamahmadraza.net
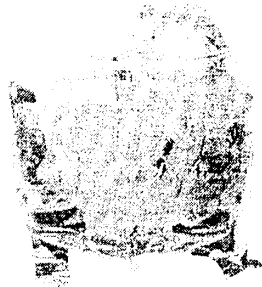
ماہنامہ

معارفِ رضا
کراچی

مسلسل اشاعت کا ستائیسواں سال

جلد: ۲۷ شمارہ: ۷

جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ / جولائی ۲۰۰۷ء

ہدیہ فی شمارہ: -/25 روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/200 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک: -/15 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔
زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

25۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، پوسٹ بکس نمبر 7324، جی پی او صدر، کراچی 74400۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان
فون: 2725150-21-92+ فیکس: 2732369-21-92+
ای۔میل: mail@imamahmadraza.net ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرست

"مقالہ نگار حضرات اپنی نگارشات ہر انگریزی ماہ کی ۱۰ تاریخ تک ہمیں بھیج دیا کریں، مقالہ تحقیقی، مع حوالہ جات ہو، ۵ صفحات سے زیادہ نہ ہو، کسی دوسرے جریدہ یا ماہنامہ میں شائع شدہ نہ ہو۔ اس کی اشاعت کا فیصلہ ادارہ کی مجلسِ تحقیق و تصنیف کرے گی۔" (ادارتی بورڈ)
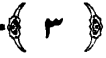
سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے

کلام: فاضلِ بریلوی امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے
گر اُن کی رسائی ہے، لو جب تو بن آئی ہے

مچلا ہے کہ رحمت نے امید بندھائی ہے
کیا بات تری مجرم کیا بات بنائی ہے

سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بےکسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

یوں تو سب انہیں کا ہے پر دل کی اگر پوچھو
یہ ٹوٹے ہوئے دل ہی خاص ان کی کمائی ہے

بازارِ عمل میں تو سودا نہ بنا اپنا
سرکارِ کرم تجھ میں عیبی کی سمائی ہے

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ
دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو
منہ دیکھ کے کیا ہوگا، پردے میں بھلائی ہے

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضاؔ واللہ
صرف ان کی رسائی ہے صرف ان کی رسائی ہے

منقبت

امام احمد رضا خاں محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

کلام: پروفیسر محمد اکرم رضا

زندہ باد اے مفتیٔ احمد رضا خاں زندہ باد
مرکزِ انوارِ فطرت، نورِ ایماں زندہ باد

آفتابِ علم سے ہر سُو اجالا کردیا
رہبرِ دیں، مصدرِ انوارِ قرآں، زندہ باد

گرچہ اوجھل ہے مرے ادراک سے تیرا وجود
تیرے فرمودات ہیں ہر پل فروزاں، زندہ باد

بوحنیفہ کے تدبیر کا تھا تُو ہی جانشیں
وقت کے رومی، غزالی تجھ پہ نازاں، زندہ باد

آج ہم بیدار ہیں، تاریخ کی للکار ہیں
تُو نے ہم پہ کردیا کچھ ایسا احساں، زندہ باد

یوں تری نوکِ قلم سے پھوٹتے دیکھے گلاب
ہے مہکتا جن سے فطرت کا گلستاں، زندہ باد

تُو مجدّد، تُو محدث، تُو فقیہِ روزگار
جُملہ عُشاقِ شہِ دیں تجھ پہ قرباں، زندہ باد

تجھ پہ الطافِ شہِ کونین کا ہر دم نزول
تیرا ہر قولِ مبیں، جانِ دل و جاں زندہ باد

تُو مفکر، تو مدبر، شوکتِ علم الیقین
آفتابِ نور کی صبحِ درخشاں، زندہ باد

ہم بھٹکتے پھر رہے تھے، راستے بے نور تھے
کردیا تُو نے عطا جینے کا عنواں، زندہ باد

ہے رضاؔ کی فکر پر پرتو فگن تیرا کرم
نازشِ اربابِ حکمت، روحِ دوراں، زندہ باد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنی بات

خدارا گو کہ مارا مصطفیٰ (ﷺ) بس

مدیر اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے

قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یقیناً ۱۶ جون ۲۰۰۷ء دورِ حاضر کے مسلمانوں کی تاریخ کا ایک سیاہ ترین دن تھا جب کائنات کی سب سے عظیم، سب سے زیادہ قابلِ احترام، سب سے زیادہ معزز، سب سے زیادہ محتشم و مکرم، سب سے اولیٰ و اعلیٰ، سب سے بالا و والا، جانِ جان و جانِ ایمان (ﷺ) کہ جن کے فقط نام پر کٹ مرنا دنیا کے ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمان اپنا سب سے بڑا اعزاز اور فخر سمجھتے ہیں، ایسی عظیم و جلیل ہستی کی شانِ عالی میں ہرزہ سرائی کرنے والے دشمنِ خدا اور رسول "ملعون و مردود رشدی" (جس کا انگریزی ترجمہ "Rush-Die" یعنی ہلاکت کی طرف جلد دھکیلا جانے والا ہے) کو برطانیہ کی ایک اسی سالہ بڈھی کھوسٹ ملکہ نے نائٹ ہُڈ (Knight Hood) یا "سر" (Sir) کا اعزازی خطاب دیا۔ اس خطاب کی سفارش مسلمانانِ عالم کے بدترین دشمن اور مسلمانوں پر غیظ و غضب کے سبب اپنی انگلیاں چبانے والے برطانوی وزیر اعظم "ٹونی بلیر" [جو مسلمانوں کی دشمنی میں عالمی بساط پر ایک بدمعاش و بے ایمان کھلاڑی (Naughty Player) کا کردار ادا کر رہا ہے] نے کی تھی۔ تاج برطانیہ کی اس دلآزار حرکت پر عالمِ اسلام کے مسلمانوں کے دل و جگر کٹ گئے، قلب پھٹ گئے، آنکھیں خون کے آنسو بہا رہی ہیں اور ان میں شدید غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اُس ملک میں یہ "اعزاز" دیا گیا جہاں اسلام ملک کا دوسرا بڑا مذہب ہے، جبکہ خود وہاں کے اخبارات کے تجزیہ کے مطابق عبادت گاہوں میں حاضری کے حوالہ سے اسلام سرِفہرست دین ہے۔ "ملعون رش ڈائی" کو "سر" کا خطاب دیا جانا دراصل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عالمی سطح پر کی جانے والی منصوبہ بند سازش کی ایک اہم کڑی ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے اور نہ ہی ہمیں اس پر کوئی حیرت ہے۔ قرآن مجید نے بہت پہلے، آج سے سوا چودہ سو سال قبل، اس کی واضح نشاندہی فرمادی تھی کہ یہود و نصاریٰ، مشرکین و کفار تمہاری دشمنی میں ملتِ واحدہ ہیں۔ تم سے ان کا بغض و عداوت ڈھکا چھپا نہیں اور یہ کہ وہ کبھی تمہارے دوست اور بہی خواہ نہیں ہو سکتے۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی دور میں تم اللہ کی ان کھلی نشانیوں کو بھلا کر بے عقل بن جاؤ اور وہ تمہیں بے وقوف بنا کر تمہارے وسائل پر قابض ہو جائیں اور تمہیں یکہ و تنہا بے یار و مددگار، مصیبتیں جھیلنے کے لیے چھوڑ دیں۔ اس ضمن میں صرف تین آیاتِ مبارکہ ملاحظہ ہوں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَ لَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

(اٰلِ عمران ۳: ۱۱۸ تا ۱۱۹)

"اے ایمان والو غیروں (یہود ونصاریٰ، مشرکین، کافرین) کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں گئی (کوتاہی) نہیں کرتے۔ ان کی آرزو ہے کہ جتنی ایذا تمہیں پہنچے۔ بَیر (دلی بغض) ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنادیں اگر تمہیں عقل ہو۔ سنتے ہو! یہ جو تم ہو (یعنی مسلمان) تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تمہیں نہیں چاہتے اور (حال یہ کہ) تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو، اور وہ جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور اکیلے ہوں تو تم پر انگلیاں چبائیں غصہ سے، تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات (اور وہ تمہارے دلوں کی باتوں سے اپنے محبوب رسول کو باخبر کردیتا ہے)۔"

وَلَن تَرۡضٰی عَنكَ الۡیَھُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ ط قُلۡ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰی ط وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِیۡ جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ لا مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیۡرٍ (البقرہ۲:۱۲۰)

"اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہونگے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو، تم فرمادو کہ اللہ ہی کی ہدایت، ہدایت ہے۔ اور (اے سننے والے، کسے باشد) اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا، تو اللہ سے (یعنی اس کے عذاب وغضب سے) تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار۔"

ثابت ہوا کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین، منافقین وکفار سرور کائنات ﷺ سے ازلی بغض وعناد اور اسی بنا پر مسلمانوں سے دشمنی۔ ہر دور اور زمانہ میں مسلّم رہا ہے۔ وہ جب بھی موقع ملتا ہے اپنے اس بغض وعناد کا اظہار جس طرح بھی کرپاتے ہیں کرتے ہیں۔ حال ہی میں بڈھی کھوسٹ فرنگی ملکہ کا شاتم رسول ﷺ ملعون "رش ڈائی" کو ملک کے اعلیٰ ترین اعزاز سے نوازنا اس کی تازہ ترین مثال ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس دریدہ دہن، ملعون، مردود، جہنمی رش ڈائی نے ادب کے میدان میں بھلا کون سا ایسا کارنامہ انجام دیا ہے کہ اس کو "سَر" کا خطاب دیا گیا۔ ہاں اس خبیث نے ایسے وقت میں جب کہ کشمیر، فلسطین، عراق اور افغانستان میں مسلمانوں کے بے دریغ قتل ناحق سے امت مسلمہ ایک درد وکرب اور بے چارگی و بے بسی کے عالم سے گزر رہی ہے، ان کے زخموں پر مزید نمک چھڑکنے کے لئے شیطانی ہفوات پر مشتمل ایک دلآزار کتاب لکھی اور شاید یہی بات کھوسٹ فرنگی ملکہ کو بھاگئی۔ کوئی اس بڈھی خبطی ملکہ کو یہ تو بتائے کہ نبیوں اور رسولوں کی شان میں گستاخی کرنے والے مرتد اور کافر کی سزا بائبل میں بھی قتل ہی تجویز کی گئی ہے۔ تو کیا یہ بڑھیا اپنی مقدس کتاب سے انکاری ہے یا مسلم دشمنی نے اس کو اتنا اندھا اور اس قدر پاگل بنادیا ہے کہ وہ اعلیٰ منصب ومقام اور مذہبی تعلیمات تک فراموش کر بیٹھی ہے۔ یہ کیا طرفہ تماشہ ہے کہ لندن کے ہائڈ پارک کے گوشۂ مقرر (Speakaer's Corner) میں آزادی تقریر کا مقابلہ ومظاہرہ ہوتا ہے، جہاں جو چاہے جسے چاہے جیسے الفاظ میں چاہے گالیاں دے سکتا ہے، کوئی روک ٹوک نہیں، کوئی پکڑ دھکڑ نہیں، کوئی FIR نہیں کٹ سکتی، حتیٰ کہ وہاں پولیس بھی نہیں ہوتی لیکن بایں ہمہ آزادی اظہار رائے کوئی حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت پاک مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تاج برطانیہ کی حامل (ملکہ یا بادشاہ) شخصیت کے خلاف ایک حرف بھی منہ سے نہیں نکال سکتا۔ یہ کس قدر منافقانہ رویہ اور دوہرا معیار ہے فرنگی اور مغربی تہذیب کا کہ جن مقدس ہستیوں کے خود ماننے والے ہیں وہ تو اس قدر محترم ومعظم ہیں کہ آزادی رائے کے اظہار کی مخصوص جگہ پر بھی ان پر کوئی تنقید ممکن نہیں لیکن ڈیڑھ ارب سے زائد اہل ایمان (مسلم امّہ) کے دلوں کے چین، آنکھوں کی ٹھنڈک، عقیدتوں کے مرکز اور ایمان کے محور کو کوئی مردود ملعون اپنی دشنام طرازی کا نشانہ بنائے اور اپنی ہفوات اور شیطانی خرافات کو دنیا بھر میں کتابی صورت میں شائع کرکے پھیلائے اسے اس کی دریدہ دہنی پر نام نہاد آزادی اظہار رائے کی آڑ میں اعزازات اور القابات سے نوازا جائے! یہ ہے مغربی تہذیب کی شرافت اور نفاست جس کا

وہ دنیا بھر میں ڈھنڈورا پیٹتے نہیں تھکتے، یہ ہے مغربی اقدار کے معیار کا مکروہ چہرہ!

ناطقہ سربہ گریباں اسے کیا کہئے!

یہ کیا ظلم ہے کہ برطانیہ، امریکہ اور یورپ میں تاریخی دستاویزات کے حقائق کی روشنی میں بھی یہودیوں اور ہولوکاسٹ کے خلاف زبان کھولنے یا لکھنے کو تو جرم، قابلِ تعزیر قرار دیا جائے لیکن آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر اسلام اور سید عالم نور مجسم ﷺ کی توہین کی نہ صرف اجازت دی جائے بلکہ اس قبیح کام کو سرانجام دینے والوں پر انعامات اور نوازشوں کی بارش کی جائے! کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ آزادیٔ رائے صرف مسلمانوں کو جلانے اور انہیں برانگیختہ کرنے کے لئے ہے جب کہ دوسری طرف یہ ممالک حکومتی، بین الاقوامی اور میڈیا کی سطح پر تحفظ حقوق انسانی، رواداری اور بین المذاہب ڈائیلاگ کی اہمیت پر دن رات باتیں کرتے نہیں تھکتے۔

دراصل مسلمانانِ عالم کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا ہے اور مسلمانوں کو آزمایا جا رہا ہے کہ ان کے اندر جانِ ایمان، سیدِ انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت غلامی کی کچھ رمق بھی باقی رہ گئی ہے کہ نہیں؟! اگر نہیں تو ایک بھرپور وار کرکے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا جائے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہماری اس ذلت و رسوائی میں ان دشمنانِ دین سے زیادہ اپنی ہی کمزوری کا ہاتھ ہے اور اب جو کچھ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے، وہ کم ہے، کیونکہ:

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

صاحبانِ علم و نظر پر یہ بات مخفی نہیں کہ ایک طویل عرصہ سے اسلام دشمن اور گستاخانِ رسول طاغوتی طاقتیں اس منصوبے پر نہایت خاموشی سے عمل پیرا تھیں، جس کا آغاز ڈنمارک کے اخبارات میں احمد مختار ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے ہوا جس کے خلاف دنیا بھر کے مسلمانوں میں شدید ردِّ عمل ہوا، احتجاج ہوا، جانیں قربان ہوئیں، جس میں اہم واقعہ فخرِ نوجوانانِ اسلام انجینئر غازی محمد عامر شہید چیمہ علیہ الرحمۃ کی بہادرانہ شہادت ہے۔ پھر اسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت دنیا بھر کے مسلمانوں میں سے ایسے منافق افراد کی تلاش و دریافت، آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام پر ان کو زر، زمین، زن کی لالچ دیکر ان کی حوصلہ افزائی اور انہیں نوازنے کا عمل کہ جو اپنے ضمیر و ایمان کو باآسانی فروخت کرکے اسلام، قرآن مقدس اور صاحبِ قرآن کریم ﷺ کے خلاف بولنے اور لکھنے کی ناپاک جسارت کر سکتے ہوں یا کر رہے ہوں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے بنگلہ دیش کی منافقہ تسلیمہ نسرین کو استعمال کیا گیا۔ اس کی گستاخانہ کتاب پر آزادیٔ اظہارِ رائے کا بین الاقوامی ایوارڈ دیا گیا۔ وہ خبیثہ آج کل ہندوستان میں روپوش ہے۔ مسلمانانِ ہند کے ردِّعمل کے خوف سے حکومتِ ہند نے ابھی تک اس کی ہندوستانی شہریت کی درخواست قبول نہیں کی ہے۔ اس کو ہندوستان فرار کرانے میں بھی مغربی طاقتوں اور نام نہاد بین الاقوامی ہیومن رائٹس NGO's کا ہاتھ تھا۔ کچھ دنوں بعد ہالینڈ کے ایک فلم ساز وین گوگ نے ہالینڈ کی ایک ماڈل فاحشہ خبیثہ کے برہنہ جسم پر قرآن کریم کی آیات مقدسہ تحریر کروا کر اس کی برسرِ عام نمائش کی اور اسے جدید آرٹ کا شاہکار قرار دیا، جس پر اس فلم ساز کو ایک غیرتمند مراکشی مسلمان نے قتل کرکے جہنم رسید کیا۔ پھر اسلام کے خلاف تحریک کو مؤثر بنانے کے لیے دنیائے عیسائیت کے سب سے بڑے منصب "اسقفِ اعظم" کی مسند سے اسلام کے خلاف بیان دلوایا گیا۔ پاپائے روم بینی ڈکٹ کے منہ میں خاک، اس نے اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے اسلام کو تلوار کے زور پر پھیلنے والا مذہب قرار دیا جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی اور مسلم ممالک میں زبردست احتجاج ہوئے۔ پاپائے روم کے اس بیان سے دنیائے عیسائیت کی عالمِ اسلام سے شدید نفرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ادھر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے امریکی صدر بش نے مسلم ممالک عراق پر شبِ خون مارنے کو صلیبی

جنگ قرار دے کر بغلیں بجائیں۔ مسلمانانِ عالم کے احتجاج پر کہا گیا کہ یہ ''لغزشِ لسان'' تھی ان کا مقصد اس لفظ سے تو یہ تھا کہ ''دہشت گردی'' کے خلاف ایک مقدس جہاد شروع کیا گیا ہے۔ لیکن کیا بعد کے حالات و واقعات نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ یہ زبان کی لغزش نہیں تھی بلکہ ان کے دل میں چھپے ہوئے اس کینہ اور بغض کی آواز تھی جس کی نشاندہی مذکورہ بالا آیات میں کی گئی ہے؟ دراصل یہ ساری جنگ خواہ افغانستان میں ہو یا عراق میں یا فلسطین میں، یہ اسلام کے خلاف امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی کھلی جنگ ہے۔ مسلمانوں کو اب کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں رہنا چاہئے اور اب اس کے دست راست بلکہ "Yes Man" برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے Naughty Player (بدمعاش، بے ایمان کھلاڑی) کا کردار ادا کرتے ہوئے اپنے آقا کے مقاصد (Cause) کو آگے بڑھانے کے لیے مسلمانانِ عالم کو اپنی قبل از وقت رخصتی کا تحفہ یہ دیا ہے کہ عالمِ اسلام کی سب سے زیادہ قابلِ نفریں شخصیت ''ملعون رش ڈائی'' کو بڑھیا کھوسٹ ملکۂ برطانیہ سے ''سر'' کا خطاب دلوایا۔ اس ملعون اور خبیث شخص نے ''سر'' کا خطاب پانے کے بعد اظہارِ تشکر کے طور پر ایک مضمون لکھا جو نیو یارک کے متعصب جریدے نیو یارک ٹائمز میں شائع ہوا۔ جس میں اپنے جیسے لوگوں کو اسلام کا رفارمر لکھا اور تحریر کیا کہ حکومتِ برطانیہ کو اب ایسے مسلمانوں پر قطعی بھروسہ نہیں کرنا چاہئے جو قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی کتابِ مقدس سمجھتے ہوں اور مزید یہ بھی لکھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ (اپنے جیسے منافقوں کے ذریعہ) اسلام کی اصلاح کی جائے اور اسی ''جدید اسلام'' کی ترویج و اشاعت ہو۔ یہی نہیں بلکہ ٹائمز میگزین نے اپنی ایک حالیہ اشاعت میں اس ملعون و منحوس ترین شخص کو ایشین ہیروز کی صف میں شامل کیا ہے اور اس طرح مسلمانانِ عالم کے قلوب میں اس مردود کے خلاف دہکتی ہوئی آگ پر مزید تیل چھڑکا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ ملتِ کفر کے ایسے اقدام کا مقصد اپنے دوہرے اہداف کا حصول ہے۔

۱۔ ایک طرف ایسے منافق اور ضمیر فروش افراد کی حوصلہ افزائی ہو، جو مسلمانوں کے اندر رہتے ہوئے اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہوئے اسلام، قرآن کریم اور صاحبِ قرآن عظیم ﷺ پر تنقید اور ان کی توہین کے مرتکب ہوسکیں۔

۲۔ دوسری طرف، اور سب سے اہم بات یہی ہے، وہ اپنے اس قسم کے اقدام سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ ذہنی اور روحانی اذیت پہنچائیں تاکہ وہ نفسیاتی دباؤ میں آئیں، ان کے جذبات بھڑکیں اور اس بے بسی اور بے پری کے عالم میں کوئی ایسا قدم اٹھائیں کہ جس سے انہیں دہشت گرد اور اسلام کو دہشت گرد دین قرار دے کر انہیں مزید بدنام کرنے اور ان کے خلاف مزید فوجی اقدام اٹھانے اور اقتصادی پابندی عائد کرنے کا موقع ملے، خاص طور پر ان ممالک کے خلاف جو امریکہ، برطانیہ اور یورپی ممالک سے ڈکٹیشن لینے سے انکاری ہیں اور ایک خود مختار ملک کی حیثیت سے اپنی دفاعی اور اقتصادی منصوبہ بندی پر عمل پیرا ہونے کی جائز سعی میں مشغول ہیں، بالخصوص آج کل کے کشیدہ عالمی حالات کے تناظر میں ایران اور سوڈان کے خلاف فوجی اقدام اور اقتصادی پابندی عائد میں آسانی پیدا ہو۔

اب وقت آگیا ہے کہ مسلمانانِ عالم متحد و متفق ہو کر اپنا لائحۂ عمل طے کریں۔ کم از کم بنیاد پر اپنا علیحدہ، سیاسی، دفاعی، اقتصادی بلاک بنائیں تاکہ ایک متحدہ قومیت بن کر اپنی مذہبی، ثقافتی، تہذیبی روایات اور اپنی اپنی انفرادی خودمختاری اور آزادی کا دفاع ہوسکے۔ اس کا ایک قابلِ عمل خاکہ امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''تدبیرِ فلاح و اصلاح و نجات'' میں آج سے تقریباً سو سال قبل پیش کیا تھا، اس کو عالمِ اسلام کے اتحاد کا ایجنڈا بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کام کے لیے شرطِ اول یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک خصوصاً ہمارے حکمران اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر کے، صرف اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے سچے

امتی بن جائیں۔ یہ نسبتِ غلامیِ رسول کریم ﷺ ہی ایک ایسی واحد بنیاد ہے جو ہر نسل، رنگ اور زبان کے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد و متفق کر سکتی ہے۔

- حکومتِ برطانیہ نے مسلمانوں کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قابلِ نفرت شخصیت کو اپنے ملک کے ایک اعلیٰ اعزاز "سر" کے خطاب سے نواز کر ہم مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے جسے ہم معاف نہیں کر سکتے۔ ایسے تمام مسلمان جنہیں اس سے قبل حکومتِ برطانیہ کی طرف سے "سر" کا خطاب یا کوئی اور اعزاز ملا ہے، انہیں چاہئے کہ وہ انہیں لوٹا کر بڑھی ملکۂ برطانیہ کے منہ پر ماردیں اور انہیں جتادیں کہ غلامیِ رسول کی نسبت کے آگے دنیا کے تمام اعزازات پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے ہیں۔

- تمام اسلامی ممالک کو چاہئے کہ وہ برطانوی حکومت کو الٹی میٹم دیں کہ ایک معینہ مدت کے اندر وہ "سر" کا خطاب واپس لے کر گستاخ ملعون "رش ڈائی" کو جو صحیح معنوں میں ایک دہشت گرد اور مسلمانوں کا مجرم ہے، مقدمہ چلانے کے لیے پاکستان، ایران، مصر، ملائیشیا یا کسی بھی اسلامی ملک کے حوالے کرے جہاں تمام عالمِ اسلام سے منتخب علماء اور ماہرینِ قانون کا ایک پینل اس کے خلاف مقدمہ کی سماعت کر کے اس کی سزا تجویز کرے۔

- اگر برطانوی حکومت معینہ مدت کے اندر ایسا نہیں کرتی ہے یا ایسا کرنے سے انکار کرتی ہے تو ہمارے مسلم حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ان کا ساتھ دینے سے انکار کردیں اور اپنا لائحۂ عمل اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے خود آپس میں مل کر طے کریں۔

- ہم بھی اہلِ مغرب کی سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخصیت کے لیے ایسے ہی کسی اعلیٰ ایوارڈ کا اعلان کریں اور ان کے احتجاج پر انہیں بتائیں کہ یہ انعام افغانستان سے روس کی فوجوں کے خلاف جہاد پر دیا گیا ہے۔

- برطانوی حکومت پر یہ واضح کردیا جائے ملعون خبیث "رش ڈائی" کو "سر" کا خطاب تو عطا کر دیا، لیکن عالمِ اسلام میں اس کی ذات سے بڑھتی ہوئی نفرت کے پیشِ نظر کوئی بھی مسلم حکومت اس شاتمِ رسول ﷺ کے سر کی حفاظت کی ضمانت دے سکتی ہے اور نہ ہی اس کو واصلِ جہنم کرنے کے لیے جانے والے سرفروشوں کو روک سکتی ہے۔ بلکہ اس کے سر کا قلم ہونا ہی مسلمانوں کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کا واحد طریقہ ہے۔ اس ضمن میں اس بدبخت کی طرف سے توبہ کا اعلان بھی اسے جاں بخشی نہیں دے سکتا۔ نہ حکومتِ برطانیہ کا اس کی حفاظت پر ۱۶ لاکھ پونڈ سالانہ کا خرچ اس کے سر کی حفاظت کر سکتا ہے کیونکہ پانی اب سر سے اونچا ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کے جذبات بپھرے ہوئے ہیں۔ دنیا کے گوشہ گوشہ میں ایسے عشاقانِ سید ہر دوسرا ﷺ ہر دور میں موجود رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں جو "رش ڈائی" جیسے خبیث گستاخ رسول ﷺ کو اس کے انجام تک پہنچانے کے لیے جذبۂ شہادت سے سربکف بے تاب پھر رہے ہیں۔ وہ ان شاءاللہ اپنے سر کی فکر سے اس ناہنجار کو ایک نہ ایک دن جہنم رسید کرنے کا کارنامہ بہت جلد اس طرح سرانجام دیں گے کہ حکومتِ برطانیہ کے ساتھ تمام عالمِ کفر انگشت بدنداں رہ جائے گا اور قرآنی الفاظ میں غصہ میں کفار سراسر اپنی ہی انگلیاں چباتے پھریں گے اس لیے کہ۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی
دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

جو آنکھ "سرمۂ افرنگ" سے روشن ہے اسے شرابِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے مخمور آنکھوں کی تمنا کی لذت کا کیا اندازہ۔ عشقِ رسول ﷺ کے حوالے سے ہماری سرمستی اور جانثاری کی داستانیں جریدۂ عالم پر ثبت ہیں۔ اگر برطانوی سابق وزیر اعظم اور بساطِ عالم کا

بے ایمان اور بدمعاش کھلاڑی (Naughty Player)، امریکہ کی تہذیب کا پروردہ، اس کا آقا صدرِ امریکہ (Bush) مسلمانوں اور اسلام کے خلاف اس مہم جوئی سے پہلے ان دستاویزات کو پڑھ لیتے تو ان کو اندازہ ہو جاتا کہ صلیبی جنگ مآلِ کار مسلمانوں کی فتح پر منتج ہوتی ہے۔ ان دونوں گرو گھنٹال سے زیادہ کون اس حقیقت سے واقف ہوگا کہ افغانستان اور عراق میں ان کی پالیسیاں ناکام ہو چکی ہیں اور فرنگی، یورپی اور امریکی فوجوں کی پسپائی شروع ہو چکی ہے۔ خالق و مالک رب تعالیٰ جل شانہٗ جس نے اسلام، قرآن کریم اور اپنے محبوب مکرم صاحب قرآن عظیم ﷺ کی عزت و عظمت اور رفعت و عصمت نیز اپنے سب سے محبوب اور افضل رسول ﷺ کے جسمِ منور اور جانِ معطر کی حفاظت کا بقسم ذمہ لے رکھا ہے، وہ اپنے نائب دست قدرت سید الکونین ﷺ کی امت کے لیے اپنے فرمانِ مبارک "نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ" کی تجلی ان شاء اللہ جلد ظاہر کرنے والا ہے۔ وہ دن بہت قریب ہے جب انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سرزمین فلسطین و عراق میں سید الانبیاء احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت پر ظلم ڈھانے والی یہود و نصاریٰ کی بزدل فوجیں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہو کر راہِ فرار اختیار کریں گی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جس کسی نے بھی کائنات کے سب سے اولیٰ و اعلیٰ اور سب سے بالا و والا نبی محترم ﷺ کی شانِ اقدس میں ادنیٰ سی بھی گستاخی کی، یا گستاخانِ بارگاہِ رسالت کو پناہ دی یا ان کا اعزاز و اکرام کیا تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے اس فرمان کے مطابق:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا O (الاحزاب ۳۳:۵۷)

(بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔)

دنیا و آخرت دونوں میں ذلت و رسوائی اور سخت عذاب ان کا مقدر ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت ٹال نہیں سکتی۔ ہم مسلمانوں میں سے ہر ایک کا اپنے خالق و مالک عزوجل کی مذکورہ بالا آیتِ محکم پر محکم ایمان ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسلام، قرآن کریم اور پیغمبر کائنات، صاحب قرآنِ عظیم، خاتم المرسلین ﷺ کے گستاخ اور ان گستاخوں کی پشت پناہی اور حوصلہ افزائی کرنے والے و نیز سید الانبیاء ﷺ کی امت کے خو[illegible] سے ہاتھ رنگنے والے یہ تینوں خبیث کردا[illegible] بڈھی کھوسٹ مجنونہ ملکۂ برطانیہ، بے ایمان، بدمعاش کھلنڈرا (سابق برطانوی وزیر اعظم (Naughty Player) اور امریکی بدتہذیب معاشرے کی جھاڑ جھنکاڑ میں پیدا ہونے والا اسم بامسمہ امریکی صدر Bush دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کی لعنت اور سخت عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ یہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے کلمات ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلمات تبدیل نہیں ہوتے۔

ایک نہایت اہم کام جوامعِ مسلمہ کے اسکالر اور علماء کو کرنا ہوگا وہ یہ ہے کہ ایسے تمام جملے، عبارات، مضامین، قرآنی آیات کے تراجم اور کتب و مقالات جن میں عظمتِ رسول ﷺ اور تقدیسِ الٰہی، اسلام اور قرآنِ کریم کے خلاف مواد ہے، ان سب کو جمع کر کے تلف کر دیا جائے اور علمائے اسلام ان گستاخانہ عبارات سے اپنی برأت کا اعلان فرمادیں کیونکہ یہی وہ لٹریچر ہے جس کو بنیاد بنا کر گستاخانِ بارگاہِ رسالت، منافقین اور مستشرقینِ اسلام اور سید عالم ﷺ کے خلاف ناپاک زبان استعمال کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ مثلاً جب ایک مستشرق یا "رش ڈائی" ذہنیت کا حامل یہودی صفت شخص کسی مسلمان عالم سے منسوب درج ذیل قرآنی آیات کے یہ ترجمے:

(۱) وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (الضحیٰ ۹۳:۷)

[اور آپ کو گمراہ پایا تو ہدایت دی]

(۲) لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (الفتح ۴۸:۲)

[تا کہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے]

پڑھتا ہے تو (معاذ اللہ) وہ آنحضرت ﷺ کو ایک عام گناہگار انسان سمجھ کر ان کی کردار کشی پر اپنا زورِ قلم صَرف کر دیتا ہے اور دل کھول کر امام الانبیاء معصوم عن الخطاء علیہ التحیۃ والثناء کی شانِ اقدس میں سبّ و شتم کرتا ہے اور دلیل کے طور پر مذکورہ قرآنی آیات کا ترجمہ پیش کر دیتا ہے۔ ہمارے اعتراض پر کہتا ہے کہ واہ صاحب! جب ہم لفظ "ضال" اور "ذنب" کے ترجمہ شدہ لفظ کی نسبت تمہارے نبی کی طرف کریں ہم گستاخ اور بد بخت ٹھہریں اور یہی عمل جب تمہارے علماء کریں تو ان کا اسلام برقرار رہے اور وہ اشرف اور سعید ٹھہریں۔ پھر وہ ایک اور کتاب کا حوالہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ "یہ ہندوستان کے ایک بہت بڑے جنگ و جدال پسند اور فسادی سبیل اللہ مسلک کے بانی عالمِ دین کی لکھی ہوئی ہے، اس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ اپنے پیروکاروں کے "ایمان" کو "تقویت" پہنچانے کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس کی افادیت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ "عامۃ المسلمین" کی "فلاح" کے لیے انگریزوں نے فورٹ ولیم کالج، کلکتہ سے ۱۸۴۴ء میں اس کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کروا کر مسلمانوں میں مفت تقسیم کروایا۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) کی تعظیم کرنا شرک و بدعت ہے، زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی کی سی تعظیم کرلی جائے اور اس میں بھی اختصار کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے (معاذ اللہ) ان کا درجہ چوڑھے چمار سے بھی کم ہے۔ وہ بالکل ہماری طرح ایک عام سے بشر تھے اور بس۔ چنانچہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے نبی ایک عام بشر تھے۔ عام بشر سے جو خطائیں، غلطیاں اور گناہ ہو سکتے ہیں، وہ ان سے بھی ہوئے (معاذ اللہ)۔ تم کہتے ہو کہ وہ شفیع المذنبین ہیں، ہمارے گناہ بخشوائیں گے جب کہ تمہارا عالم مذکورہ کتاب میں لکھتا ہے کہ محمد (ﷺ) نے خود فرمایا کہ "مجھے نہیں پتہ کہ کل میرے ساتھ کیا ہوگا۔" تم کہتے ہو کہ تم اپنے نبی سے محبت کرتے ہو، نہایت درجہ ان کا احترام اور توقیر تمہارے ایمان کا جز ہے۔ تمہاری کوئی نیکی اور کوئی عبادت ان کے تصور کے بغیر ممکن نہیں۔ ان کی محبت اور ان کے تصور میں سرشار رہنا تم اپنی سب سے بڑی سعادت بلکہ عبادت سمجھتے ہو لیکن تمہارا مذکورہ عالم لکھتا ہے، نبی کا تصور یا خیال دل میں لانا شرک ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ کسی نیکی یا عبادت شروع کرتے وقت اپنے دل میں اپنے پالتو گدھے یا بیل کا تصور باندھ لے تو عبادت میں لطف بھی زیادہ آئے اور ثواب بھی ملے گا۔ (معاذ اللہ) وغیرہ وغیرہ۔ تم اپنے اس عالم کی ایسی کتاب کو ایمان کو تقویت پہنچانے والی کتاب قرار دیتے ہو اور وہی باتیں ہم لکھیں تو ہماری کتاب کو جلا دینے کے قابل ٹھہراتے ہو۔"

پاکستان کے ایک بڑے محقق عالم اور ایک اسلامی فرقہ کے بانی کا نام لے کر کہتا ہے کہ "انہوں نے خود اپنی فلاں کتاب میں اپنے نبی کو عرب کا ایک چرواہا لکھا ہے (معاذ اللہ)، تو ہم اگر تمہارے ہی محقق عالم کی پیروی میں تمہارے نبی کو عرب کے مالداروں کی بکریاں چرانے والا لکھتے ہیں (معاذ اللہ) تو تم ہمیں گستاخِ رسول کہتے ہو۔" اسی طرح نجد کے ایک بہت بڑے شیخ کا وہ حوالہ دیتا ہے، اسی طرح ہندوستان کے بعض مقامات تھانہ بھون، گنگوہ، انبیٹھ، نانوتہ وغیرہ شہروں کے بعض مشہور علماء کی کتب سے حوالہ دیتا ہے کہ "تمہارے یہ جید علماء تو اللہ تعالیٰ اور تمہارے نبی (ﷺ) کی شان میں خود یہی باتیں لکھ گئے ہیں اور وہی ہم کہتے اور لکھتے ہیں تو تمہیں اعتراض ہوتا ہے، تم ہمیں متعصب عیسائی، یہودی، انگریز لکھ کر ہمیں برا بھلا کہتے ہو، اور ہم سے معافی کے لیے کہتے ہو۔ تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور جو اللہ تعالیٰ پر عیب لگائے وہ اسلام سے خارج ہے۔ لیکن تمہارے ہی ایک عالمِ رشید اور ان کے جگری یار اور خلوت و جلوت کے خلیل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بھی بول سکتا ہے (معاذ اللہ)۔ تو اگر ہم مستشرق اسکالرز میں سے کوئی یہی جملہ لکھ دیتا ہے تو تم اس پر کفر ہونے کا فتویٰ لگاتے ہو۔ تمہارا عقیدہ ہے کہ تمہارے نبی خاتم النبیین ہیں، اب ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اسی بناء پر تم قادیانیوں کو کافر کہتے ہو۔ ہم قادیانیوں کو مسلمان تصور کرتے ہیں، ہم

تمہارے ہندوستان کے ایک بہت بڑے عالم کے اس لکھے پر عمل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''خاتم النبیین کے معنی چودہ سو سال سے مسلمانوں نے غلط سمجھے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے'' تو تم ہمیں گستاخ رسول کہتے ہو اور اپنے اس عالم کو علم و معرفت کے خزانے تقسیم کرنے والا قرار دیتے ہو پھر جب ان کی عبارات کا حوالہ دیا جائے تو تم دور از کار تاویلات کرتے ہو، بڑی دور دور کی کوڑیاں لا کر انہیں سچا پکا مسلمان ثابت کرتے ہو۔ تم قادیانیوں اور انہیں مسلمان ماننے والوں کے کافر اور گستاخ رسول ہونے کا فتویٰ دیتے ہو۔ لیکن تمہارا اپنا عالم وہی بات لکھتا اور کہتا ہے تو اسے مسلمان ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہو۔ آخر یہ دو رُخی اور منافقت کیوں؟ تم کس منہ سے ہمیں گستاخ رسول کہہ سکتے ہو۔ پہلے اپنے گھر کی خبر لو پھر ہمارے منہ لگو۔''

غرضیکہ ان سب گستاخانہ لٹریچر کو بلا تاخیر بغیر کسی تعصب اور تردد کے دریا برد کیے بغیر ہم مستشرقین، متجد دین اور رشدیوں کے لٹریچر پر بند نہیں باندھ سکتے کیوں کہ یہ تمام لٹریچر ان کی نام نہاد تحقیق و تدقیق کے لیے خام مال مہیا کرتا رہے گا اور اسلام کے خلاف ان کی ناپاک مہم کو مہمیز لگاتا رہے گا۔ مسلم امّہ یک زبان اور ملت واحدہ ہو کر ان کا جواب نہیں دے سکے گی اور نہ ہی ان کے لٹریچر پر پابندی عائد کر سکے گی اور نہ ایسا کرنے کا ہمارے پاس کوئی اخلاقی جواز باقی رہتا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سب مل کر ٹھنڈے دل سے اپنے تمام موجودہ اور پرانے اسلامی لٹریچر کا تنقیدی جائزہ لے کر ایسا تمام لٹریچر تلف کر دیا جائے اور اس سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا جائے۔ پھر عزمِ مصمم کے ساتھ ہم سب کچھ بھول کر صرف رسول اللہ ﷺ کے امتی بن جائیں تو ان شاء اللہ سارے مسائل آہستہ آہستہ خود بخود حل ہو جائیں گے۔ جب ہم حضور اکرم ﷺ سے سچی محبت کریں گے اور ان کی سنت پر کامل طور پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گے تو ہمارے حکمراں بھی ہم میں سے ہی پیدا ہوں گے جو امریکہ و برطانیہ کے آگے سرنگوں ہو کر نہیں سرتان کر چلیں گے، اپنے ملک کو خلفائے راشدین کے طرز پر فلاحی مملکت بنائیں گے اور اسلام اور اپنے نبی مکرم ﷺ کی عزت و ناموس کی خاطر سر کٹانے کے لیے ہمہ وقت تیار رہیں گے۔ پوری دنیا میں ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمان بستے ہیں جب کروڑوں مسلمان گردن اٹھا کر ''سر کٹاتے ہیں ترے نام پر مردانِ عرب'' کا نعرۂ مستانہ بلند کرتے ہوئے چلیں گے اور دشمنانِ اسلام ان کو ہمہ وقت ناموسِ رسالت کی خاطر سروں کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار پائیں گے تو روئے زمین پر امریکہ، یورپ اور برطانیہ سمیت ابھی کوئی طاقت ایسی پیدا نہیں ہوئی ہے جو ہم سے ٹکر لے سکے۔ مسلمانوں کو اس وقت روشن خیالی کے بجائے حمیتِ دینی، اور تجدد پسندی اور جدیدیت کے بجائے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی ذاتِ مقدس اور سنت مطہرہ سے لگاؤ اور محبت کی حاجت اور اسی ضمن میں ایسے تعلیمی نظام کی ضرورت ہے جو قرآن و سنت کے علوم کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی اور عمرانی علوم سے مربوط ہو۔ صرف اسی طرح کے عمل سے مسلم اُمّہ کے افراد کے قلوب کی ماہیت تبدیل ہو سکتی ہے۔ ان شاء اللہ تب ہی ایک وقت آ سکتا ہے کہ مسلم اُمّہ ایک دوسرا یوٹرن (U-Turn) لے کر امریکہ و برطانیہ جیسے دہشت گرد ممالک کے خلاف وقار اور عزیمت کے ساتھ اس طرح صف آراء ہو جائے کہ طاغوتی قوتیں ششدر و حیران رہ جائیں۔ پھر نہ کوئی ہم پر انفرادی طور پر حملہ آور ہو سکے گا اور نہ ہمارے معاشی وسائل پر قابض۔

بکوئے تو گدا زِ یک نوا بس
مرا ایں ابتدا ایں انتہا بس
خراب جرأت آں رند پاکم
خدا را گفت ما را مصطفیٰ بس
(ﷺ)

تفسیرِ رضوی

سورۃ البقرۃ

معارفِ قرآن من افاضات امام احمد رضا

گزشتہ سے پیوستہ

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

ایسا ہی آیت مبارکہ اِذجآءتھُمْ رُسُلُھُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ۔ جب اللہ تعالیٰ کے بھیجے فرشتے آئے ان کے آگے اور پیچھے۔ اس آیت کے معنی یہ ہیں۔ فرشتے ان کے پاس ہر طرف سے آئے اور ان کے ساتھ ہر طرح کے حیلے برتے۔ (مدارک، بیضاوی)

ائمہ تفسیر ولغت کا بیان یہ ہے صحاح، قاموس، مختار الصحاح، تاج العروس وغیرہ میں بین یدی الساعۃ کے معنی قیامت سے پہلے، اور صراح میں آگے جانے والے۔ اور تاج العروس میں ہے کہ بین یدیک ہر اس چیز کو کہا جائے گا جو تمہارے آگے ہو، معالم التنزیل تفسیر سورۂ حجرات میں بین الیدین کے معنی آگے ہے۔ اور خازن میں بین یدیہ کے معنی جو اس کے آگے ہو۔ تفسیر ابو سعود میں سورہ یونس علیہ السلام میں بین یدیہ کے معنی آگے۔ اور جلالین میں سورہ رعد کے لفظ بین یدیہ کے معنی آگے۔ اسی میں سورہ مریم کے لفظ ما بین ایدینا کے معنی ہمارے آگے، اسی میں اور دیگر تفاسیر میں سورہ بقرہ اور دیگر سورتوں کے لفظ ''مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ'' کے معنی اس سے پہلے کی کتابیں۔ انموذج جلیل میں ۲۷ ویں آیت کے تحت ہے۔ مابین یدی الانسان ہر وہ چیز جس پر انسان کی نظر چہرہ پھرے بغیر پڑے۔

کرخی اور فتوحات الٰہیہ میں اسی آیت کے تحت ہے۔ انسان کے مابین یدیہ وہ چیز ہے جس پر اس کی نظر چہرہ پھرے بغیر پڑے۔ تکملہ مجمع البحار میں ہے، فَعَلْتُہٗ بَیْنَ یَدَیْکَ کا ترجمہ میں نے اسکو تیرے حضور میں کیا اور عنایۃ القاضی میں آیۃ الکرسی کے ما بین ایدیھم کے معنی لکھے ہیں کہ ما بین یدیہ کا اطلاق امور دنیا پر ہے کہ وہ تمہارے سامنے ہیں اور حاضر کی تعبیر ما بین یدیہ سے کی جاتی ہے اور امور آخرت تم سے پوشیدہ ہیں جیسے وہ چیز جو تمہارے پیچھے ہو اور

جمل میں اسی آیت کی تفسیر میں ما بین ایدیھم کے معنی جو حاضر ومشاہد ہو، لکھے ہیں۔ خطیب اور جمل میں بین یدی اللہ ورسولہ کے معنی ان دونوں کے حضور کئے ہیں۔ کہ جو آدمی کے پاس ہو وہ بین یدیہ ہے اور آدمی اس کو دیکھنے والا ہے۔ (پوری بات آگے آرہی ہے)

تو قرآن عظیم، احادیث کریمہ، اور قدیم وجدید ائمہ کی نصوص سے ظاہر ہو گیا کہ قول فقہاء: یُؤَذَّنُ بین یدی الخطیب کی دلالت مسجد کے اندر ہونے پر بھی نہیں چہ جائے کہ منبر کے پاس ہو۔

(۱) لفظ بَیْنَ یَدَیْہِ افادہ قرب میں متعین نہیں جیسا کہ پہلے ذکر کی ہوئی بیس آیتوں سے ظاہر ہوا اور پہلے ذکر ہوئی ائمہ لغت وتفسیر کی تصریحات سے ظاہر ہوا۔ فقہاء کی غرض تو یہ بیان کرنا ہے کہ اس اذان میں مسنون خطیب کا سامنے رہنا ہے۔ جیسا کہ فاتح شرح قدوری کی عبارت سے ظاہر ہے کہ جب موذنین خطیب کے سامنے اذان دے لیں۔ فقہاء کو اس عبارت سے صرف سامنا بتانا ہے۔ یہ بات کہ اذان جو جوف مسجد میں نہ ہو نہ مسجد سے دور ہو بلکہ مسجد کے حدود واطراف میں ہو، یہ ایک دوسرا مسئلہ ہے جس کو باب الاذان میں بیان کیا گیا ہے اور اس دوسرے مسئلہ سے سامنے کی دوری متعین ہوتی ہے۔

(۲) اور اگر بین یدیہ کے معنی قریب تسلیم بھی کر لئے جائیں تو قرب ایک امر اضافی ہے۔ ہر چیز کا قرب اسی کے حساب سے ہوگا۔

(الف) دیکھو اکیسویں آیت میں بین یدیہ کے معنی بارش قریب ہونے کے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں کہ ہوا چلی اور بارش۔ اور اس طرح جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے: ہوا نے بادل کو اٹھا لیا تو ہم نے اسے خشک علاقہ کی طرف روانہ کیا۔ تو اس سے بارش ہوئی۔

(ب) ۲۶ ویں آیت میں آسمان کو ہمارے قریب بین یدیہ

بتایا اور ہم سے پانچ سو برس کی راہ کی دوری پر ہے۔ حضرت ترجمان القرآن علامۃ الکتاب، افصح العرب اور اعلم القوم باللسان، سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت الکرسی کے "یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ" کے معنی زمین سے آسمان تک بتائے اور مَاخَلْفَھُمْ کے معنی آسمان متعین فرمائے۔ طبرانی نے اسے کتاب السنہ میں روایت کیا۔

(ج) ۲۷ویں آیت میں کہا گیا کہ جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے بین یدیہ چیزیں بناتے تھے۔ حالانکہ وہ شیطان تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں داخل ہو کر وہ عظیم الشان عمارتیں، مجسمے اور میدانوں کی طرح وسیع وعریض لگن۔ بڑی بڑی دیگیں کہ ایک ہزار آدمیوں کے کھانے کو کافی ہوں بنا ہی نہیں سکتے تھے۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تین لاکھ کرسیاں بچھائی جاتیں جن پر مومن انسان بیٹھتے، ان کے پیچھے مومن جن ہوتے، تو شیطان ان سب کے بعد میں ہی ہوں گے۔

اٹھائیسویں آیت میں ارشاد فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت قیامت کے قریب ہے۔ خود حضور صلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا: میں اور قیامت ان دو انگلیوں کے ساتھ ساتھ مبعوث کئے گئے۔ احمد اور شیخان نے سہل بن سعد سے اور ترمذی نے حضرت انس سے اس کو روایت کیا۔

اور اللہ تعالیٰ نے آج ۱۳۳۳ھ (اور اب ۱۴۲۵ھ) تک امت مرحومہ کو مہلت دی۔ اور اس کے بعد بھی یہ امت باقی رہے گی۔ اس کے باوجود یہ مہلت نہ تو آیت کریمہ کے منافی ہے نہ حدیث مقدس کے۔ آپ کی حدیث ہے کہ مجھے قیامت کے قریب تلوار دے کر بھیجا گیا تا کہ لوگ ایک خدا کو پوجیں۔ (احمد و ابو یعلی اور طبرانی نے کبیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا)

(ہ) انجیل میں بین یدی القرآن ہے اور ان دونوں کے بیچ میں چھ سو سال سے زائد کا فاصلہ ہے اور توریت انجیل کے مابین یدیہ ہے اور ان دونوں کے درمیان حسب روایت جمل انیس سو پچھتر (۱۹۷۵) سال کا فاصلہ ہے اور یونہی توراۃ قرآن کے بھی بین یدیہ ہے تو، توریت قرآن شریف کا فاصلہ لگ بھگ تین ہزار سال کا ہوا۔

(و) یہ بات یقینی ہے کہ غروب آفتاب کے وقت پچھم طرف رخ کر کے کھڑا ہونے والا اعرابی میں کہتا ہے اَلشَّمْسُ بَیْنَ یَدَیَّ اور فارسی میں کہتا ہے آفتاب پیش روئے من است اور ہندی میں کہتا ہے، سورج میرے منہ کے سامنے ہے۔ حالانکہ ان دونوں کے درمیان تین ہزار سال کی مسافت ہے۔ اور یہی بات ثریا کی طرف رخ کر کے بھی کہتا ہے جب کہ اس کے اور ثریا کے درمیان آٹھ ہزار سال کی راہ ہے۔

(ز) اٹھیسویں آیت میں لفظ بین یدیہ سے مراد اتصال حقیقی ہے۔ اس لئے کہ اندھاپن ہے اس کے محقق نہیں ہوسکتا۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ لفظ میں بین یدیہ کہ مدلول کی جولاں گاہ اتصال حقیقی سے شروع ہو کر آٹھ ہزار سال کی مسافت تک پھیلی ہوئی ہے۔ تو اس کی اصل حاضر ومشہود کے لئے ہے۔ اور محل ومقصود کے لحاظ سے اس حضور میں اختلاف ہوسکتا ہے۔

مثلاً ثریا اتنی دور سے، اور سورج اتنی دور سے، اور سیارے پانچ سو برس کی راہ ہے، تو ان اشیاء میں یہ قرب کہا جائے گا، اور مزدوروں میں اتنی دور سے گرانی ہوسکے، مزدور سست نہ پڑیں اور کھسک نہ سکیں۔ اور مصلی کو حکم اپنی نگاہ موضع سجود پر رکھے تو اس کے موضع سجود میں اتنی ہی دوری اصل ہے اور مصلی کے سامنے سے گذرنا تبھی کہا جائے گا جب گذرنے والا خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کی نگاہ کی زد میں آئے اور یہ موضع سجود ہی ہے جس کی محققین نے تصریح کی ہے۔

جاری ہے.........

معارف حدیث
من افاضاتِ امام احمد رضا

گزشتہ سے پیوستہ

۹۔ تقدیر و تدبیر

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بقصدِ شام وادی تبوک میں قریہ سرغ تک پہنچے تو سرداران لشکر ابو عبیدۃ بن الجراح، خالد بن ولید، اور عمرو بن العاص وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم انہیں ملے اور خبر دی کہ شام میں وبا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مہاجرین اولین کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ چنانچہ انہیں بلا کر لایا گیا۔ آپ نے ان سے مشورہ لیا اور بتایا کہ سر زمین شام میں وبا ہے۔ یہ سن کر لوگوں میں اختلاف واقع ہوگیا۔ بعض حضرات کا کہنا تھا: کہ ہم ایک کام کیلئے نکلے ہیں اور اسے انجام دیئے بغیر لوٹنا مناسب نہیں جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ تھی کہ آپ کے ساتھ منتخب افراد اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔ لہٰذا مناسب نہیں کہ اس وبا کی طرف پیش قدمی کی جائے، آپ نے فرمایا: میرے پاس سے چلے جاؤ، پھر فرمایا: انصار کو بلاؤ، میں انہیں بلا کر لایا۔ چنانچہ آپ نے ان سے مشورہ کیا تو وہ بھی مہاجرین کے راستہ پر چلے، ان میں بھی اسی طرح اختلاف ہوگیا جس طرح مہاجرین میں ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس سے چلے جاؤ۔ پھر فرمایا: میرے لئے ان اکابر قریش کو بلاؤ جنھوں نے فتح مکہ کیلئے ہجرت کی، انہیں بلایا گیا تو ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہ کیا، بلکہ متفقہ طور پر کہا: کہ ہماری رائے میں لوگوں کو لے کر لوٹنا چاہئے اور اس بلا کی طرف پیش قدمی کرنا صحیح نہیں۔

چنانچہ امیر المؤمنین نے منادی کرادی کہ کل میں واپسی کیلئے سوار ہو جاؤنگا۔ حضرت ابو عبیدہ نے کہا: کیا خدا کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کاش تمہارے سوا یہ بات کسی اور نے کہی ہوتی۔ (یعنی تمہارے علم و فضل سے یہ بعید ہے) ہاں ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگ رہے ہیں، بھلا بتاؤ تو تمہارے پاس کچھ اونٹ ہوں، انہیں لیکر کسی وادی میں اترو جس کے دو کنارے ہوں، ایک سرسبز دوسرا خشک، تو کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم شاداب میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے، اور خشک میں چراؤ گے تو خدا کی تقدیر سے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: اتنے میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے جو اپنی کسی ضرورت سے تشریف لے گئے تھے۔ ارشاد فرمایا: مجھے اس سلسلہ میں ایک حدیث یاد ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی، کہ جب تم کسی جگہ وبائی بیماری طاعون وغیرہ کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ، اور جہاں تم ہو وہاں ہی وبا آجائے تو پھر وہاں سے راہ فرار اختیار نہ کرو۔ راوی کہتے ہیں: یہ حدیث سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور واپس تشریف لائے۔ ۱۲م

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یعنی ہاں کہ سب کچھ تقدیر سے ہے پھر آدمی خشک جنگل چھوڑ کر ہرا بھرا چرائی کیلئے اختیار کرتا ہے۔ اس سے تقدیر

الٰہی سے بچنا لازم نہیں آتا ۔ یونہی ہمارا اس زمین میں نہ جانا جس میں وبا پھیلی ہے ۔ یہ بھی تقدیر سے فرار نہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ تدبیر ہرگز منافی توکل نہیں بلکہ صلاح نیت کے ساتھ عین توکل ہے ۔

ہاں بیشک یہ ممنوع و مذموم ہے کہ آدمی ہمہ تن تدبیر میں منہمک ہو جائے اور اسکی درستی میں جا و بے جا، نیک و بد، حلال وحرام کا خیال نہ رکھے ۔ یہ بات بیشک اسی سے صادر ہوگی جو تقدیر کو بھول کر تدبیر پر اعتماد کر بیٹھا، شیطان اسے ابھارتا ہے کہ اگر یہ بن پڑی جب تو کار برآری ہے ورنہ مایوسی و ناکامی، ناچار سب این وآں سے غافل ہو کر اسکی تحصیل میں لہو پانی کر دیتا ہے ۔ اور ذلت وخواری، خوشامد و چاپلوسی، مکر و دغا بازی جس طرح بن پڑے اسکی راہ لیتا ہے حالانکہ اس حرص سے کچھ نہ ہوگا ۔ ہونا وہی ہے جو قسمت میں لکھا ہے ۔ اگر یہ علو ہمت، صدق نیت، پاس عزت، اور لحاظ شریعت ہاتھ سے نہ دیتا رزق کو اللہ عزوجل نے اپنے ذمہ لیا جب بھی پہنچتا ۔ اسکی طمع نے آپ اسکے پاؤں میں تیشہ مارا اور حرص وگناہ کی شامت نے خسرا لدنیا و الآخرۃ کا مصداق بنایا ۔ اور اگر بالفرض آبرو کھو کر گنہگار ہو کر دو پیسہ پائے بھی تو ایسے مال پر ہزار تف، بئس المطاعم حین الذل تکسبھا القدر منتصب و القدر مخفوض بری خوراک ہے وہ جسے ذلت کی حالت میں حاصل کرو ۔ اور اس کہاوت کی مصداق کہ "ہانڈی تو چڑھ گئی لیکن عزت گھٹ گئی ۔" فتاوی رضویہ ۱۸۴/۱۱

(۷) تقدیر کا منکر ملعون ہے

۱۳۸ ۔ عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضى الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ كُلُّ نَبِيٍّ مُجَابٌ، اَلزَّائِدُ فِى كِتَابِ اللّٰهِ، وَ الْمُكَذِّبُ بِقَدْرِ اللّٰهِ، وَ الْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ فَيُعِزُّ بِذٰلِكَ مَنْ أَذَلَّ اللّٰهُ وَ يُذِلُّ مَنْ أَعَزَّ اللّٰهُ، وَ الْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰهِ، وَ الْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِىْ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ، وَ التَّارِكُ لِسُنَّتِىْ ۔

(شمائم العنبر ص ١٤)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چھ لوگوں پر میری لعنت کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اپنی رائے سے بڑھانے والا، تقدیر کو جھٹلانے والا، اپنی طاقت وقوت کے بل بوتے پر ذلیلوں کو معزز رکھنے والا، شریفوں کو ذلیل کرنے والا، اللہ تعالیٰ کی محرمات کو حلال سمجھنے والا، میرے اہل بیت کے بارے میں جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ان کو حلال سمجھنے والا، اور میری سنت مؤکدہ کو ہلکا سمجھ کر چھوڑنے والا ۔ ۱۲ م

حوالہ جات

۱۳۸ ۔ مجمع الزوائد للهيثمى، ١/١٧٦
☆ الجامع الصغير للسيوطى، ٢٨٦

عشقِ رسول و نعت کے قبلہ نما ہیں آپ
گویا نشانِ منزلِ اہلِ وفا ہیں آپ
راضی کیا خدا کو رضائے حبیب سے
کتنے عظیم نعت گو احمد رضا ہیں آپ

معارف القلوب

کتاب: احسن الوعاء لآداب الدعاء

تذییل

مصنف: رئیس المتکلمین علامہ نقی علی خان علیہ رحمۃ الرحمن

گزشتہ سے پیوستہ

شارح: مجدد اعظم امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمن — محشی: محمد اسلم رضا قادری

پہلی شرط: خدائے تعالیٰ کی شکایت نہ کرے اور ناشکری کا کلمہ زبان پر نہ لائے۔

دوسری شرط: حتی الوسع اپنے عزیز اور دوست اور سخی عالی ہمت سے مانگے کہ اس پر سوال گراں نہ گزرے گا اور وہ اسے بنظرِ حقارت نہ دیکھے گا۔

تیسری شرط: پارسائی کو حیلۂ دنیا طلبی وسوال کا نہ کرے کہ دین کو دنیا سے بیچنا کمال نادانی ہے۔

چوتھی شرط: جماعت میں ایک شخص کو متعین کر کے سوال نہ کرے، کہ اگر نہ دے، شرمندہ ہو اور جو دے اس کے جی پر گراں گزرے۔ مگر صاحبِ زکوٰۃ سے مستحق کے واسطے اور جو خود مستحق ہو، تو اپنے لیے سوال بتعیین مضائقہ نہیں رکھتا۔ اگرچہ اس کو ناگوار ہو اور اس طرح تعیین سوال کہ مجھے ایک روپیہ یا دو روپے دے، نہ چاہئے۔

پانچویں شرط: قدرِ حاجت سے زیادہ نہ مانگے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اصل حاجتیں تین ہیں۔ روٹی، کپڑا، گھر۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ "آدمی کو تین چیزوں کے سوا دنیا میں کچھ حق نہیں۔ چند لقمے کہ اس کی پیٹھ کو سیدھا کریں اور ایک ٹکڑا کپڑا کہ ستر چھپائے اور چھوٹا گھر جس میں جھک کر داخل ہو سکے۔" اسی طرح جو چیزیں گھر کے لیے لابُدّ ہیں (۴۲۴) وہ بھی حاجت میں داخل ہیں۔

قولِ رضا: یہ حاجاتِ ضرور یہ عامہ ہیں جن کی طرف سب کو احتیاج ہے، اور اہل وعیال والے کو ان کے نفقہ کی بھی حاجت ہے۔ اگر بی بی یا غیر مالدار بچوں یا حاجت مند ماں باپ اور ان کے مثل اُن کے لیے جن کا نفقہ شرعاً اس پر واجب ہے، قدرِ کفایت نہ پاس ہے، نہ وقتِ حاجت تک کسب سے حاصل کر سکتا ہے تو ان کے لیے بھی سوال جائز، بلکہ واجب ہے۔

فان مالا یحصل الواجب الا بہ یکون واجباً کمثلہ فی رد المحتار عن الذخیرۃ ان قدر علی الکسب تفرض النفقۃ علیہ فیکتسب وینفق علیھم وان عجز لکونہ زمنا او مقعداً یتکفف الناس و ینفق علیھم کذا فی نفقات الخصاف۔ (۴۲۵)

غرض اصل کلی وہی ہے کہ جو حاجت وضرورت واقعی شرعی ہو اور طریقۂ تحصیل سوا سوال کے دوسرا نہ ہو۔ اس کے لیے بقدرِ حاجت، تا وقتِ حاجت سوال جائز ہے، ورنہ حرام۔

آج کل اکثر لوگ بیٹی کے بیاہ کے لیے بھیک مانگتے ہیں اور اس سے مقصود رسومِ مروجہ ہند کا پورا کرنا ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ رسمیں اصلاً حاجتِ شرعیہ نہیں۔ تو ان کے لیے سوال حلال نہیں ہو سکتا۔ ہاں مسلمانوں کو خود مناسب ہے کہ حاجت مند بیٹی والے کی اعانت کریں۔ حدیث میں اس کی مدد کرنے، اسے قرض دینے کی طرف ارشاد ہوا ہے۔

بعضے بھیک مانگتے ہیں کہ حج کو جائیں گے، یہ بھی حرام اور انہیں دینا بھی حرام۔ ما حرم اخذہ حرم اعطاؤہ۔ (۴۲۶) فقیر کو حج نفل ہے اور سوال حرام۔ نفل کے لیے حرام اختیار کرنا کس نے مانا۔

چھٹی شرط: اسے تنعم وتجمل نفس وعیال (۴۲۷) میں صرف نہ

کرے بلکہ وسیلۂ عبادت ومباح میں خرچ کرے۔

قولِ رضا: مال، غادی ورائح ہے (۴۲۸)۔ صبح آتا اور شام جاتا۔ شام جاتا اور صبح آتا ہے۔ نانِ شبینہ کے محتاج آنکھوں دیکھتے دیکھتے صاحبانِ تخت وتاج ہوگئے۔ اب اگر کسی نے ضرورت کے لیے سوال سے مال حاصل کیا۔ ابھی خرچ نہ ہوا تھا کہ مالِ حلال کسی دوسری وجہ سے مل گیا تو اسے اگرچہ اس مال سوال کا واپس دینا شرعاً ضرور نہیں کہ اس وقت محتاج ہی تھا۔ مگر اولیٰ یہی ہے کہ واپس کردے۔ تاکہ ذلت سوال کی تلافی اور شکر واظہارِ نعمتِ الٰہی ہو۔ پھر بھی اگر صَرف کرے تو اسی حاجت وضرورت ہی کے امور میں کہ جس کے لیے مانگا تھا، اس کے خلاف نہ ہو۔ هذا ماظهر فی شرح هذا الكلام الشريف فافهم والله تعالىٰ اعلم۔

ساتویں شرط: منعمِ حقیقی (۴۲۹) کا شکر بجالائے اور جس نے دیا اس کا بھی شکر ادا کرے کہ واسطۂ وصولِ نعمت ہے اور اس کے حق میں دعا کرے۔ حدیث شریف میں ہے: ''جو بھلائی کرے اس کو بدلہ دو، نہ ہوسکے تو اس کے لیے دعا کرو۔''

مگر صدقہ دینے والے کو چاہئے کہ اگر فقیر اس کے سامنے اسے دعا دے تو وہی دعا فقیر کو دے تاکہ دعا کا عوض دعا ہوجاوے اور صدقہ بے عوض رہے۔ اس کے عوض ثواب آخرت ملے۔

آٹھویں شرط: کسی سے بار بار سوال نہ کرے کہ اس حرکت سے وہ تنگ ہوگا۔ وہ اس کو حریص مجھسے گا۔

نویں شرط: اگر دینے والا تنگ ہوکر یا لوگوں سے شرما کر یا مال مشتبہ یا حرام اس کو دے، قبول نہ کرے کہ اگر خدا کے واسطے ایسے مال سے اجتناب کرے گا، خدا اپنے فضل وکرم سے اسے بہتر عنایت فرمائے گا۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط (۴۳۰)

دسویں شرط: لوجہ اللہ سوال نہ کرے۔ یعنی یہ کلمہ، کہ خدا کے واسطے مجھے کچھ دو، نہ کہے۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص لوجہ اللہ سوال کرے، ملعون ہے۔''

ایک بزرگ کوفے کے بازار میں چڑیا ہاتھ پر بٹھائے کہتے تھے۔ اس چڑیا کے لیے مجھے کچھ دو۔ کسی نے کہا، یہ کیا کہتے ہو۔ فرمایا، دنیائے دُوں (۴۳۱) کے لیے خدا کا واسطہ نہیں لاسکتا۔ اس کا شفیع بھی حقیر چاہئے۔

حوالہ جات

(۴۲۴) یعنی ضروری ہیں۔

(۴۲۵) جو شخص واجب کے حصول پر سوال کیے بغیر قدرت نہیں رکھتا، اس پر سوال کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ اسی کی مثل ردالمحتار میں الذخیرہ سے منقول کہ اس پر نفقہ واجب ہے اور اگر کسب پر قدرت رکھتا ہے تو کسب کرے اور ان پر خرچ کرے جن کا نفقہ اس پر واجب ہے اور اگر لنجا یا اپاہج ہونے کے سبب کسب پر قدرت نہیں رکھتا تو لوگوں سے مانگے اور ان پر خرچ کرے جن کا نفقہ اس پر واجب ہے اور اسی طرح الخصاف کے باب النفقہ میں بھی مذکور ہے۔

(۴۲۶) جس شے کو لینا حرام، اسی کا دینا بھی حرام۔

(۴۲۷) یعنی جو مال مانگ کر حاصل ہوا، اسے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے عیش وعشرت اور بناؤ سنگھار میں خرچ نہ کرے۔

(۴۲۸) یعنی مال، بادل وہوا کی مانند آنی جانی شے ہے۔

(۴۲۹) یعنی پروردگارِ عالم عزوجل کہ حقیقتاً وہی اپنے بندوں پر نعمتوں کی بارش فرمانے والا ہے۔

(۴۳۰) اور جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا، جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ سورۃ الطلاق، آیت ۲،۳، ترجمہ (کنزالایمان)

(۴۳۱) یعنی بے قیمت وحقیر دنیا کے لیے خدا کا واسطہ نہیں لاسکتا۔

جاری ہے.........

مبلغ اسلام مولانا شاہ

محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ مولانا ابوالمعانی غلام سبحانی قادری

ممتاز عالم دین تحریک پاکستان کے نامور مجاہد دنیائے اسلام کے عظیم مبلغ مولانا عارف اللہ قادری بھارت کے شہر میرٹھ میں ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۹ء بروز جمعۃ المبارک پیدا ہوئے۔ آپ کے والدگرامی مولانا حکیم شاہ محمد حبیب اللہ قادری اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے خلیفہ اور مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کے انتہائی قریبی دوستوں میں سے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ امداد الاسلام، مدرسہ قومیہ عربیہ اور میرٹھ کی قدیم درس گاہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں حاصل کی۔ بعدازاں عربی، فارسی اور انگریزی کے امتحانات الہ آباد یونیورسٹی سے پاس کیے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے والد بزرگوار کے حکم سے خیر المساجد محلہ خیر نگر میرٹھ میں نماز جمعہ اور عیدین کی امامت وخطابت کرنے لگے۔ آپ مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر تھے۔ انہی کی رفاقت اور زیر سایہ رہے اور فن خطابت میں کمال حاصل کیا۔ اس طرح آپ ایک نامور مقرر بن گئے۔ آپ نے حضرت شاہ حسین اشرفی محدث اعظم کچھوچھہ شریف سے بیعت کی اور انہیں سے خلافت بھی ملی۔ اس کے علاوہ اپنے والد بزرگوار مولانا شاہ محمد حبیب اللہ قادری سے بیعت فرمائی۔ خاندان رضوی کے تمام اوراد وظائف کی بھی اجازت ملی۔ میرٹھ شہر کے علاوہ انبالہ، ڈیرہ دون، دہلی، بریلی، بمبئی وغیرہ بڑے بڑے شہر میں آپ کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ کی بھاری بھرکم شخصیت اور خطابت کا شہرہ دور دور تک پہنچ گیا۔ عرس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ میں آپ کی نعتیں، خطاب اور درود وسلام کو بے حد اہمیت دی جاتی۔ حضور مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی شہزادہ اعلیٰ حضرت آپ پر خصوصی شفقت فرماتے۔ علماء کرام مشائخ عظام آپ کو عزت واحترام سے نوازتے۔ بابائے قوم حضرت قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ کے رفیق خاص اور معتمد نواب محمد اسماعیل خان میرٹھی نے ضلع میرٹھ میں مسلم لیگ کی تنظیم نو کی تو آپ اس میں شامل ہو گئے اور جذبہ حب الوطنی سے سرشار ہو کر فعال کردار ادا کیا۔ ضلع بھر میں مسلم لیگ کی شاخیں قائم کیں۔ مسلم لیگ کا پیغام گھر گھر پہچانے کے لئے 25 نومبر 1945ء کو میرٹھ میں سنی کانفرنس کا اہتمام کیا۔ 12 دسمبر 1945ء میں مسلم لیگ کی حمایت میں ایک عظیم الشان کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے ممبئی میں فرمایا ہندو مسلم اتحاد بالکل ناممکن ہے۔ ہم ایسا علیحدہ وطن چاہتے ہیں۔ جہاں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصولوں پر حکومت قائم ہو۔ اور ہم اسلامی طرز زندگی بسر کرسکیں۔ نواب محمد اسماعیل خان صدر مسلم لیگ یوپی کے زیر قیادت شہری مسلم لیگ پولیٹیکل کانفرنس میرٹھ منعقدہ 31 دسمبر 1945ء کیم جنوری تا 2 جنوری 1946ء میں مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے آپ نے جو خطبہ دیا وہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔

اس خطبہ میں آپ نے 1857ء سے لے کر تحریک پاکستان

تک مسلمانوں کی جدوجہد آزادی پر روشنی ڈالی۔

21 اپریل 1946ء میں مفسر قرآن استاذ العلماء مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ مولانا عبدالحامد قادری بدایونی امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری خطیب اعظم جامع مسجد وزیر خان لاہور پیر صاحب مانکی شریف۔ یہ معزز قائدین آل انڈیا سنی کانفرنس کے مخلصین میں سے تھے۔ ان کی مساعی جمیلہ سے بھارت کے شہر بنارس میں پانچ روزہ عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں برصغیر کے تمام صوبوں سے پانچ ہزار سے زائد علماء و مشائخ جمع ہوئے۔ اس فقید المثال دینی اجتماع میں دو لاکھ سے زائد شمع رسالت کے پروانوں نے شرکت کی۔ مولانا عارف اللہ قادری بھی اپنے محبین اور عقیدت مندوں کے ساتھ شامل ہوئے، اس تاریخی کانفرنس میں کئی قراردادیں پاس کی گئیں جس میں مسلم لیگ کی تائید اور توثیق کی گئی اور عہد کیا گیا کہ تحریک پاکستان کو کامیاب کیا جائے گا۔ بنارس کانفرنس اجمیر کانفرنس کے بعد جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی اور آل انڈیا سنی کانفرنس کے اکابرین مولانا عبدالحامد قادری بدایونی، مولانا نعیم الدین مرادآبادی، محدث اعظم کچھوچھہ شریف، مولانا صبغت اللہ شہید فرنگی محلی کی رفاقت میں آپ نے یوپی، سی پی، بہار، پنجاب اور بنگال کے طوفانی دورے کئے اور لوگوں کو قیام پاکستان کے لئے آمادہ کیا۔ آپ نے آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسوں، کانفرنسوں اور بعض مشاورتی مجلسوں میں شرکت کرتے رہے، یہاں تک کہ پاکستان کرۂ ارض پر مسلمانوں کی عظمتوں کا نشانہ بن کر چمکنے لگا 1949ء میں پہلی مرتبہ اپنے ولی نعمت آقائے دولت مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدلعلیم صدیقی میرٹھی (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی) کی معیت میں حج بیت اللہ اور روضۂ رسول ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ احباب اور واقف کاروں نے آپ کی پذیرائی کی۔ آپ ابتداء میں چند ماہ چٹی ہٹیاں راولپنڈی میں خطابت فرماتے رہے۔ بعد ازاں انجمن معین الاسلام راولپنڈی جس کے صدر مولانا محمد صادق چشتی مرحوم خطیب مورگاہ تھے، کی مساعی جمیلہ اور علماء کرام و زعماء راولپنڈی نے مرکزی جامع مسجد میں خطیب مقرر کرایا۔ مجاہد ملت خطیب امت جواں سال خوش آواز خوش پوشاک وضع دار خلیق۔ ملنسار عالم دین مولانا عارف اللہ قادری نے جمعہ کی خطابت کے ساتھ ساتھ روزانہ درس قرآن شروع کیا اور ہفتہ وار ذکر وفکر شریعت و طریقت کی تعلیم کا اجراء فرمایا۔ پنج وقتہ نمازیوں میں بے پناہ اضافہ ہونے لگا۔

آپ نے جامع مسجد میں دارالعلوم احسن المدارس کے نام سے ایک عظیم دینی درس گاہ قائم کی۔ جس میں مقامی اور بیرونی طلباء دینی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ اس کے علاوہ آپ نے شب معراج النبی ﷺ کے سہ روزہ کانفرنس شب برأت کی شب بیداریاں۔ شب قدر کے جلسے۔ میلاد النبی ﷺ کانفرنس۔ اور میلاد النبی ﷺ کے جلوس کا خصوصی طور پر اہتمام فرماتے۔ جس میں ملک کے نامور علماء کرام کرام اور دانشور اپنے نورانی خطاب سے اہالیان راولپنڈی کو مستفید فرماتے۔ مولانا عارف اللہ مرحوم نے عوام الناس کے لئے دارالفتویٰ قائم کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک دینی ماہنامہ سالک کی اشاعت شروع کی۔ جس میں ملک کے جید علماء کی نگارشات، تفسیر قرآن معارف الحدیث اور اولیاء اللہ کے حالات زندگی۔ اس کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے سوالات کے حوالے سے جوابات دیئے جاتے۔ جو عوام اور خواص کے لئے انتہائی فائدہ مند ہوتے۔ ایک طویل عرصے تک آپ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے مرکزی چیئر مین بھی رہے۔ 24 اگست 1959ء کے ایوبی مارشل

لاء کے نفاذ پر اس وقت کے ڈپٹی کمشنر۔ جی ایم یزدانی ملک کے نامناسب رویہ کی بناء پر آپ کے ہزاروں عقیدت مندوں اور احباب نے جامع مسجد سے متصل باغ سرداراں میں وسیع قطعہ زمین خرید کر دارالعلوم احسن المدارس کو جامع مسجد سے یہاں منتقل کردیا اور مجاہد ملت مولانا عارف قادری مرحوم یہاں نماز جمعہ اور عیدین کی خطابت کرنے لگے۔ یہ امر قابل ذکر ہے اس دوران آپ کی اندرونی ملک اور بیرونی ملک تبلیغی مصروفیات میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ سابق مشرقی پاکستان بنگلہ دیش، ڈھاکہ، چاٹگام وغیرہ کے علاوہ پورے ملک کے مذہبی اجتماعات میں آپ کو مدعو کیا جاتا رہا۔ خصوصاً دینی مدارس کے جلسے، محرم الحرام، ربیع الاوّل، رجب المرجب، اس طرح سال بھر آپ کے تبلیغی دوروں کا سلسلہ جاری رہتا۔ ان وجوہات کی بناء پر آپ نے دارالعلوم احسن المدارس باغ سرداراں کی انتظامیہ سے جمعہ اور عیدین کی خطابت سے معذرت کرلی۔ 1968ء میں آپ بغداد، نجف، اشرف، کربلا اور کاظمین سے ہوتے ہوئے انگلینڈ پہنچے، آٹھ ماہ قیام فرما کر پورے ملک میں خطاب فرمایا۔ بے شمار عیسائیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ 21 اپریل 1974ء میں دوبارہ ورلڈ اسلامک مشن کانفرنس انگلینڈ میں شرکت کی اور چار ماہ تک مختلف شہروں اور قصبوں میں تبلیغی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی جرأت ایمانی اور حق گوئی کے بے شمار واقعات ہیں۔ 1953ء اور 1974ء میں تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ ملک گیر دورے کئے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ 1965ء میں بھارتی حملہ کے جواب میں مولانا عبدالحامد قادری بدایونی علیہ الرحمہ نے پاکستان میں بھارت کے مقابلہ کو جہاد قرار دیتے ہوئے ملکی سطح پر فتویٰ جاری کیا۔ مولانا عارف اللہ مرحوم نے اس کی زبردست تائید کی اور متاثرین اور مجاہدین کشمیر کی امدادی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

1951ء سے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک جمعیۃ العلماء پاکستان راولپنڈی کے صدر رہے۔ علامہ ابوالحسنات مولانا محمد احمد قادری خطیب مسجد وزیر خان لاہور، مجاہد ملت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی کراچی، شیخ الحدیث علامہ سیّد احمد سعید کاظمی ملتان کے علاوہ ملک کے نامور علماء و مشائخ آپ پر اعتماد کرتے اور آپ کی ملی دینی سیاسی خدمات کے معترف تھے۔ آپ ایک طویل عرصے تک جامع مسجد واہ فیکٹری میں عیدین اور جمعہ کے خطبات فرماتے رہے۔ 1977ء کی تحریک نظام مصطفےٰ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسلامی تعلیمات کے لئے ہر وقت سعی کرنے والی یہ عظیم ہستی 28 فروری 1979ء میں اپنے خالق حقیقی سے جاملی۔ اہلیان راولپنڈی کے علاوہ پورے ملک سے علماء و مشائخ نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی رہائش گاہ کے کچھ فاصلے پر مکی مسجد کے قریب میں آپ کی آخری آرام گاہ بنی جہاں پر آپ کی ماہانہ اور سالانہ فاتحہ خوانی اور عرس مبارک کی تقریب ہوتی ہیں۔

امام احمد رضا علم و سعادت کا سمندر ہیں
امینِ دولتِ حق رہبرِ راہِ پیمبر ہیں
ان ہی کے فیض سے رخشاں ہیں راہیں دین ودانش کی
ان ہی کا فیض ہے اب تک کہ یہ راہیں منور ہیں
کہاں اتنی مجال اسلم کہ میں حرفِ ثنا لکھوں
امام احمد رضا علم و سعادت کا سمندر ہیں

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسلم فرخی

امام الاولیاء حضرت سید محمد ارشد پیر سائیں روزہ دھنی قادری قدس سرہٗ (پیر جو گوٹھ، سندھ) کی تعلیمات

(ملفوظات شریف کے آئینہ میں)

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا گو نشیند در حضورِ اولیاء

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسلام کو آخری دین، قرآن کو آخری آسمانی کتاب اور معلمِ کائنات سید عالم ﷺ کو آخری نبی قرار دے کر، اسلام کے ایک مکمل اور جامع نظامِ حیات ہونے کا اعلان فرمایا۔ گویا اسلام ایک دینِ فطرت ہے جو ہر دور کے لئے قابلِ عمل ہے اور ہر انسانی مسائل کا فطری حل پیش کرتا ہے، ہر انسان کے جسمانی اور روحانی تقاضے ہوتے ہیں جس میں اسے ہر قدم پر رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا جامع دین ہے جو اس کے دونوں تقاضوں کے لئے مکمل اور جامع لائحۂ عمل پیش کرتا ہے۔ اس لائحۂ عمل کو شریعت و طریقت کا نام دیا گیا ہے۔

اس وقت دنیا میں جتنے ادیان اسلام کے علاوہ موجود ہیں ان کے یہاں مذہب کا تصور صرف چند رسومات یا عبادات کے ادا کرنے تک محدود ہے۔ لیکن اسلام میں ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ انسان کے افکار و اعمال کی رہنمائی کے لئے ایک ''کُل'' کا نام ہے۔ یہ انسانی زندگی کے ہر گوشہ کا احاطہ کرتا ہے اور ایک ایسا مکمل ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے جو انسان کی تخلیق کے اعلیٰ مقاصد اور نصب العین کے شعور سے لے کر (یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی و عبادت اس طرح کرے کہ اس کی حیات کا ہر لمحہ اس مالک و مولیٰ کے ذکر و فکر میں گذرے اور اس کی رضا جوئی کا ہر وقت متلاشی رہے) اس کے حصول کی حتمی ضمانت تک رہنمائی کرتا ہے۔

اس کی مکمل تفسیر معلمِ کائنات سید عالم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ میں بدرجۂ اتم و بکمالِ احسن ملتی ہے، اس لئے خالقِ کائنات عزوجل نے ہادیٔ برحق سرکارِ دو عالم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کو ''اسوۂ حسنہ'' یعنی انسانی کردار کا نمونۂ کمال قرار دیکر اس کی پیروی کا حکم ان الفاظ قرآنی میں صادر فرمایا:

''لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ''

ترجمہ: بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ (اسی میں تمہارے لئے نمونۂ کمال ہے۔) [۱]

''اسوۂ حسنہ'' کی حقیقت سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ایک مومن کو فرائضِ نبوت سے آگاہی ہو۔ یہ فرائضِ نبوت دراصل ہادیٔ برحق، معلمِ کائنات ﷺ کی وہ چہارگانہ ذمہ داریاں ہیں جس کا اعلان ان کے رب تعالیٰ نے درج ذیل دو آیاتِ مبارکہ میں فرمایا:

۱۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِیْهِمْ۔۔۔ الخ

(ترجمہ: وہ ذاتِ باری تعالیٰ جس نے امیوں میں، انہی سے ایک رسولِ مکرم کو مبعوث فرمایا تو وہ ان پر اس پروردگار کی آیات تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتا ہے، بے شک وہ اس سے قبل ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ [۲]

۲۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔۔۔ الخ

(ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر بڑا احسان ہوا جب ان میں ان کے نفوس میں سے ایک رسولِ محترم کو مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتے ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ [۳]

جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہی وظیفہ رہا ہے اور وہ انہی مقاصدِ اربعہ (۱) تلاوتِ آیاتِ کریمہ، (۲) تزکیۂ نفس، (۳) تعلیم الکتاب، (۴) تعلیم الحکمۃ کی تکمیل کے لئے تشریف لاتے رہے ہیں۔ سید عالم خاتم النبیین ﷺ خاتم الانبیاء کا علَم بلند لیکر تشریف لائے اور ان مقاصد کی تکمیلِ کامل فرمائی تو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے تمام

کائنات اور اس کی مخلوقات کے لئے دین کے کامل ہونے کا اعلان فرمادیا جس کو قرآنِ مجید نے وحیِ الٰہی کے الفاظ میں یوں ریکارڈ کیا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا [۴]

ترجمہ: "آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔"

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ رحمۃ للعالمین ﷺ، اللہ عزوجل کی سب سے بڑی نعمت بنا کر بھیجے گئے۔ اب ان کے بعد ان مذکورہ مناصب اربعہ کی بجا آوری کے لئے صبح قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، بلکہ اس کی بجا آوری سید عالم ﷺ کی امت کے ان کاملین صلحاء کے ہاتھوں ہوتی رہے گی جو اپنے کردار و سیرت کے اعتبار سے اتباعِ سنتِ رسول ﷺ کی عظمت کا نمونہ ہوں گے۔

یہ صلحائے امت جو تابعینِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور میں "صوفیائے عظام" کے نام سے موسوم ہوئے، ملتِ اسلامیہ کا وہ طبقہ ہیں جنہوں نے ہر دور میں اپنے تقویٰ و طہارت، روحانی پاکیزگی و بالیدگی، حسنِ سیرت کی روشنی اور کردار کی قوت سے اسلام کے ظاہر و باطن کی حفاظت کا فریضہ بطریقِ احسن انجام دیا ہے۔

اس ضمن میں صوفیائے کرام کا کردار تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ عالمِ انسانیت کی تاریخ کا زریں باب ہے۔ اعلیٰ انسانی قدروں کا تحفظ، موعظت و حکمت اور پیار و محبت کے ساتھ اس کی نشر و اشاعت اور فروغ ہر دور میں ہمارے ان صوفیائے کرام کا مقصد اور وظیفۂ حیات رہا ہے۔ ان میں ہر ایک کی شان جدا اور مرتبہ سوا ہے۔ 'ہر گل را بوئے دیگر است' کے مصداق ہر ایک کی اپنی اپنی خوبو ہے۔ لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ یہ حضرات قدس اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب مکرم خاتم النبیین ﷺ کی عظمت کا نشان اور ان کے معجزات کی روشن دلیل ہیں، شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثنا کے امین اور طریقِ راہِ مستقیم کے مرشد ہیں۔ صوفیائے کرام کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ تصنیف و تالیف کے علاوہ اپنے مکتوبات و ملفوظات کے ذریعہ بھی فرد اور معاشرہ کی تعلیم و تربیت، تزکیۂ نفس، اصلاحِ اخلاق و اعمال اور گمگشتگانِ راہ کی رہبری و رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ یہ بزرگانِ کرام چونکہ مرشدِ اعظم، معلّمِ کائنات، نبی آخر الزمان ﷺ کے فیوض و برکات سے فیض یافتہ ہوتے ہیں اس لئے اپنے متوسلین کو عرفانِ نفس اور عرفانِ حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی منازل طے کراتے ہیں جو انہیں ان کے اصل مقصود معرفتِ الٰہی تک پہنچا دیتی ہے۔

انہی صوفیائے کرام میں حضرت شیخ المشائخ سید محمد راشد الملقب بہ پیر سائیں روزہ دھنی قدسنا اللہ باسرارہ العزیز (پیر جو گوٹھ، سندھ) کی ذاتِ گرامی نادر اور بے مثل مقام و مرتبہ کی حامل ہے۔ آپ ۶ رمضان ۱۱۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کرامت پیدائش کے بعد ہی ظاہر ہونا شروع ہوگئی۔ آپ حضور غوثِ اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامت کا مظہر بن گئے۔ ماہِ رمضان میں دن کے وقت شیرِ مادر نہ پیتے تھے اسی وجہ سے آپ کا لقب "روزہ دھنی" (روزے والے) مشہور ہوا۔ آپ نے یکم شعبان ۱۲۳۳ھ کو تقریباً ۶۳ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپ کا جسدِ خاکی پرانی درگاہ میں دفن کیا گیا تھا لیکن ۱۷ سال بعد (۶ رجمادی الاول ۱۲۵۰ھ/ اکتوبر ۱۸۳۴ء) آپ کا جسدِ خاکی نئی درگاہ میں، جہاں آج آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے، آپ کے پوتے حضرت سید علی گوہر شاہ علیہ الرحمۃ نے منتقل کیا۔[۵] موجودہ پیر صاحب پگارا حضرت سید پیر شاہ مرداں شاہ ثانی عرف سید سکندر علی شاہ صاحب (ولادت: ۲۷ رصفر ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۱ء) کا شجرۂ نسب ساتویں پشت میں حضرت پیر سائیں روزہ دھنی قدس سرہٗ سے ملتا ہے۔[۶] حضرت پیر سائیں روزہ دھنی شاہ علیہ الرحمۃ کی تعلیمات کو سمجھنے کے لئے آپ کے مکتوبات و ملفوظات موثر و جامع ذریعہ ہیں۔ آپ کے فیوض و برکات اور نورانی تعلیمات کا فیض خاص و عام تک پہنچانے کی خاطر آپ کے دو باکمال خلفاء نے ملفوظاتِ مبارکہ کو فارسی زبان میں، جو اس دور کی سرکاری اور تعلیمی زبان تھی، قلمبند کیا۔ ان محترم مرتبین کے نام یہ ہیں: خلیفہ محمود فقیر نظامانی علیہ الرحمۃ (دیہہ کڑیہ گھنور، بدین، سندھ) اور خلیفہ محمد حسین

مہیسر علیہ الرحمۃ (بھاگ ناڑی، بلوچستان)۔ اس طرح آپ کے ملفوظات کے دو نسخے پائے جاتے ہیں۔ ایک خلیفہ محمود فقیر نظامانی صاحب کا مسودہ جو مقدمہ اور سولہ ابواب پر مشتمل نہایت ضخیم اور مخطوط غیر مطبوع ہے۔ دوسرا خلیفہ محمد حسین صاحب کا مختصر مسودہ جسے مختصر ہونے کی وجہ سے ملفوظاتِ صغیر کہا جاتا ہے اور یہ بھی مخطوط غیر مطبوع ہے۔ لیکن اس کی خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ حضرت پیر سائیں روزہ دھنی صاحب نے خود خلیفہ محمد حسین صاحب سے اسے سماعت فرمایا ہے۔ ۷

خلیفہ محمود فقیر نظامانی صاحب کا تحریر کردہ ملفوظ کا قلمی نسخہ جب سندھ کے نامور عالم اور بزرگ حضرت علامہ مفتی پیر محمد قاسم مشوری علیہ الرحمۃ نے مطالعہ کیا تو آپ نے اس گرانمایہ فارسی ملفوظات کی روحانی افادیت کے پیشِ نظر اس کو سندھی میں ترجمہ کر کے شائع کرنے کا اہتمام کیا لیکن موصوف اس کے سولہ میں سے شروع کے صرف چار ابواب تین جلدوں میں شائع کر سکے۔ اس کے بعد جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ کے فارغ التحصیل علماء کی جماعت جمعیتِ علمائے سکندریہ نے ۱۹۸۷ء میں حضرت علامہ پیر مشوری صاحب کی اجازت سے اس کے باقی بارہ ابواب کا سندھی میں ترجمہ کر کے چھ حصوں میں چھپوا کر مکمل کیا اور یہ ترجمہ جمعیت علمائے سکندریہ کے ایک فاضل مفتی درّ محمد صاحب نے کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اس کے باوجود برصغیر پاک و ہند کا ایک بڑا علمی اور دینی طبقہ تصوف کے اس عظیم شاہکار کے استفادہ سے محروم رہا۔ اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مولانا ابو الحسان حکیم محمد رمضان علی قادری صاحب نے زیرِ نظر ملفوظات شریف کی تلخیص اور اس کا نہایت آسان اور عام فہم زبان میں ترجمہ کر کے اردو زبان کے ملفوظاتی ادب میں ایک گراں بہا اضافہ کیا۔ اس اردو ترجمہ کا پہلا ایڈیشن ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۷ء میں جمعیت علمائے سکندریہ، پیر جو گوٹھ، سندھ نے شائع کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء میں شائع ہوا جو ہمارے پیشِ نظر ہے۔ ۸

ملفوظ کا مصدر لَفَظ اور لِفظ دونوں ہے، جس کے معنی ہیں منہ سے پھینکنا۔ ''اللفظ'' بولے جانے والے کلمات کو کہتے ہیں۔ ۹ اسی طرح ملفوظ کے لغوی معنی ہوئے کہ جو پڑھنے میں آئے، بزرگوں کے مقولے، وہ کتاب جس میں کسی بزرگ کے حالات ان کی زبانی لکھے گئے ہوں۔ ۱۰ تاریخ دنیائے علم وعرفان اس بات پر شاہد عادل ہے اور بارہا کا مشاہدہ ہے کہ بعض نادرِ زمن علمی و روحانی شخصیات کبھی کبھی اپنی نگارشات میں علم و حکمت اور اسرار و رموزِ باطن کے وہ نکات بیان نہیں کر پاتیں جو وہ اپنی نجی مجلسوں میں اپنے حلقۂ مخلصین و مریدین اور معتقدین کے درمیان بیان کر دیتی ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اہلِ محبت و معرفت کی ان مخصوص مجالس میں صاحبِ ملفوظ زیادہ یکسوئی محسوس کرتا ہو اور علم و حکمت کے رموز و غوامض پر غور و خوض اور تدبر کے لئے اسے بلا روک ٹوک موقع میسر آتا ہو جبکہ سننے اور سمجھنے والے بھی ذی فہم اور صاحبِ استعداد ہوں۔ بزرگوں کے انہی اقوال وارشادات کو ضبطِ تحریر میں لا کر انہیں مرتب یادداشتوں کی صورت میں پیش کرنے کو اصطلاحِ عام میں ''ملفوظ'' کہتے ہیں۔ چنانچہ ''ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت'' قدس سرہٗ کے جامع مفتی اعظم، مجدد عصر حاضر حضرت علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء۔ ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) اس نکتۂ نظر کی مزید تشریح فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

''اہل اللہ کی زندگی اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک اعلیٰ عظیم نعمت ہے۔ انہیں نفوسِ طیبہ سے عقدۂ مالاینحل چٹکی بجاتے حل ہوتے ہیں، جنہیں کبھی بھی ناخنِ تدبیر نہ کھول سکے، جس سے کیسا ہی عقیل مدبر ہو حیران رہ جائے، کچھ بول نہ سکے، جسے میزانِ عقل میں کوئی تول نہ سکے۔۔۔ ان کی صورت، ان کی سیرت، ان کی گفتار، ان کی ہر روش، ان کی ہر ادا، ان کا ہر کردار اسرارِ پروردگار عزّ مجدہٗ کا ایک بہترین مرقع اور بولتی ہوئی تصویر ہے کہ یہ انفاسِ نفیسہ مظہرِ ذات علیاء صفاتِ قدسیہ ہوتے ہیں، مگر بحوائے ''كل شيء هالك الا وجهه'' اور ''كل من عليها فان ويبقى ربك ذو الجلال والاكرام'' دوام کسی کے لئے نہیں، ہمیشہ کوئی رہا ہے نہ رہے۔ ہمیشگی رب عزوجل کو ہے، باقی جو موجود ہے معدوم اور ایک دن سب کو فنا ہے، اسی لئے اسلاف کرام رحمہ اللہ علیہم نے ایسے انفاسِ قدسیہ کے حالاتِ مبارکہ و مکاتیبِ طیبہ و ملفوظاتِ طاہرہ جمع فرمائے یا اس کا اذن دیا کہ ان کا نفع قیامت تک عام ہو جائے اور پھر وہ یونہی اپنے اخلاف کے لئے پند و نصائح و وصایا، تنبیہات و اخلاص کے ذخیرے، اذکارِ عشق و محبت (الٰہی)، مسائلِ شریعت و طریقت کے مجموعے، معرفت وحقیقت کے

گنجینے کو اپنے پچھلوں کے لئے چھوڑ جائیں اور یہ سلسلہ یونہی قیامت تک جاری رہے۔ سچ ہے۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد [۱۱] (الف)

ملفوظات کی ایک طویل تاریخ ہے، جو بذاتِ خود ایک تحقیقی مقالہ کی متقاضی ہے لیکن جہاں تک راقم کو علم ہے سب سے زیادہ ملفوظات فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں۔ ملفوظات کی علمی و ادبی اہمیت سے قطع نظر اس کا شمار عام طور پر کتبِ تصوف میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اولیائے کاملین اور علمائے ربانیین اپنی مجلسوں میں بعض اولین متقدمین مثلاً "انوار المجالس" (ملفوظاتِ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ الرحمۃ)، بختانِ ابوسعید (شیخ المشائخ ابوسعید فضل اللہ کے ملفوظات) اور "ملفوظاتِ نجم الدین کبریٰ" وغیرہ کا درس سبقاً سبقاً دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اکابر صوفیائے کرام نے قرآن کریم اور احادیثِ رسول کریم ﷺ کے بعد ملفوظاتِ اولیاء کو بہت اہمیت اور عزت دی ہے۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اہلِ علم و عرفان سے پوشیدہ نہیں کہ مرشدِ کامل کی صحبت میسر نہ ہونے کی صورت میں مرشدِ ارشد کے ملفوظات کا مطالعہ دلِ بیمار کے لئے شفا اور گم کردۂ راہ کے لئے صراطِ مستقیم کی نوید بنتا ہے۔

برِ صغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش میں ملفوظاتی نگارشات کی ابتداء ساتویں صدی ہجری کے اواخر اور آٹھویں صدی ہجری کے اوائل میں دکھائی دیتی ہے، لیکن بطور صنفِ ادب ملفوظات کو باضابطہ مخصوص رنگ و آہنگ دینے اور اسے دینی حلقوں میں متعارف کرانے کا سہرا حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ (م ۷۲۵ھ) کے خلیفہ حضرت امیر حسن علاء سنجری علیہ الرحمۃ کے سر جاتا ہے جنہوں نے ۳ رشعبان المعظم ۷۰۷ھ سے اپنے پیرو مرشد کے فرمودات کو ضبطِ تحریر میں لانا شروع کیا۔ حسن سنجری علیہ الرحمۃ کے بعد ملفوظات کو ضبطِ تحریر میں لانے کا ایک عملِ مسلسل شروع ہوگیا، چنانچہ اس عہد کے اور اس کے بعد کے دور کے بیشتر صوفیائے کرام، علمائے عظام اور مشائخِ طریقت کے ملفوظات قلمبند ہوئے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: (۱) "تحفۃ الابرار و کرامۃ الاخیار" مرتب خواجہ عزیز الدین صوفی، (۲) دررِ نظامی"، مرتب مولانا علی بن محمود جاندار، (۳) "حسن الاقوال"، مرتب عماد الدین کاشانی، (۴) "سرور الصدور نور البدور"، شیخ صدر الدین کے ملفوظات، (۵) "کنز الفوائد"، مرتب شیخ ضیاء الدین، سید جلال الدین معروف بہ مخدوم جہانیاں کے ملفوظات کے مجموعے: (۶) "جامع العلوم" (۷) "مناقب مخدوم جہانیاں"، (۸) خزانۂ جلالی"، (۹) "جواہرِ جلالی"، (۱۰) "مظہرِ جلالی"، وغیرہ (۱۱) شاہ غلام علی مجددی کے ملفوظات، (۱۲) سید محمد گیسو دراز کے اقوال و ملفوظات کا مجموعہ "جوامع الکلم" جسے ان کے صاحبزادے نے مرتب کیا، (۱۳) شیخ عبد القدوس گنگوہی اور دیگر اہلِ تصوف رحمہم اللہ کے ملفوظات، مطبوعہ یا قلمی صورت میں کہیں نہ کہیں موجود ہیں۔ یہ سب ملفوظات فارسی زبان میں ہیں لیکن بیشتر کے اردو تراجم بھی ہوئے ہیں۔[۱۱] اسی طرح بیسویں صدی کے اوائل میں اردو زبان میں بھی ملفوظات مرتب ہوئے۔ مثلاً

(۱) "الملفوظ"۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ کے ملفوظات، مرتبہ: مفتیِ اعظم علامہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری رضوی بریلی (۱۹۳۸ء)

(۲) "تذکرۂ غوثیہ": ملفوظاتِ سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی علیہ الرحمۃ، مرتبہ: شاہ گل حسن۔

(۳) ملفوظاتِ مفتیِ اعظم دہلی، مفتی مظہر اللہ صاحب، مرتبہ: جاوید اقبال مظہری۔

(۴) "ملفوظاتِ رحمانی"۔ پیر سید محمد فاروق رحمانی صاحب کے ملفوظات۔

(۵) "جواہر المعارف"۔ ملفوظاتِ شاہ محمد عارف، خلیفہ پیر شاہ محمد فاروق رحمانی صاحب، مرتبہ: شاہ اختر الحق

(۶) ارشاداتِ علمی"۔ ملفوظاتِ مولانا محمد علیم الدین قادری صاحب، مرتبہ: ڈاکٹر فرید الدین قادری

(۷) "ملفوظاتِ قادری"۔ ملفوظاتِ مولانا غلام رسول شاہ قادری صاحب، مرتبہ: ڈاکٹر فرید الدین قادری [۱۲]

(۸) "ملفوظاتِ شمس"۔ علامہ شمس الحسن شمس بریلوی صاحب کے ملفوظات، مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

(۹) "حضرت خواجہ محمد عبد الرحمٰن چھوروی علیہ الرحمۃ کے مکتوبات و ملفوظات کا مجموعہ "مکتوباتِ رحمانیہ"، مرتبہ: ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

ان کے علاوہ بھی بعض دیگر علمی، دینی اور ادبی شخصیات کے ملفوظات بھی اردو میں قلمبند کئے گئے ہیں، جن کی تفصیل طوالت کے خوف سے یہاں پیش نہیں کی جا سکتی۔

اب ''مخزنِ فیضان'' یعنی ''ملفوظات شریف، امام الاولیاء حضرت پیر سائیں روزہ دھنی'' (تلخیص شدہ) بھی منظرِ عام پر آیا ہے جس کی تفصیل گذشتہ سطور میں گذر چکی ہیں۔ اس اعتبار سے اردو کے ملفوظاتی ادب میں یہ ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

تیرہویں صدی ہجری میں خطۂ سندھ میں طریقۂ قادریہ کے قطب الاقطاب کی حیثیت سے حضرت سید محمد راشد پیر سائیں روزہ دھنی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے سید عالم، نورِ مجسم، نبی مکرم ﷺ کے علم کے وارث، اسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ بن کر اور طریقۂ قادریہ کی مشعلِ فروزاں بلند کر کے ملتِ اسلامیہ کی جو رہبری و رہنمائی فرمائی ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ زیرِ نظر تصنیف اگرچہ اصل ضخیم فارسی ملفوظات کی تلخیص ہے، اس کے باوجود اس میں مذکور ملفوظات جامع علمی، رُوحانی اور تربیتی اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ کے ان ملفوظاتِ مبارکہ کے مطالعہ سے قاری پر یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ آپ قدس سرہٗ اگر ایک طرف علومِ کتابی و اکتسابی کے ایک عالمِ متبحر نظر آتے ہیں تو دوسری طرف علومِ اسرارِ باطنی و لدّنی کے بھی ایک ماہر غوّاص دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کا مطالعہ بے حد وسیع تھا، فکر و نظر انتہائی دقیق اور علومِ باطنی کی گہرائیوں اور اس کی تمام تر نزاکتوں سے حیران کن حد تک واقفیت رکھنے والی تھی۔ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے باریک سے باریک تر مسائل بلاتوقف و تردّد چشمِ زدن میں حل فرما دیا کرتے تھے۔ المختصر آپ کی ذاتِ بابرکت مجمعِ محاسن اور جامعِ کمالات تھی اگر یہ کہا جائے کہ آپ ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کے مصداق تھے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ [۱۳]

غرض کہ ان ملفوظات کے مطالعہ سے حضرت امام الاولیاء سید محمد ارشد پیر سائیں روزہ دھنی قادری علیہ الرحمۃ کی تعلیمات و افکار کا اجمالی خاکہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے جن کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

۱۔ شریعت کا ادب:

آپ دینی و دنیوی تمام معاملات میں احکامِ شریعت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے تھے۔ روزمرہ کے چھوٹے یا بڑے امور کی انجام دہی میں ہمہ وقت آپ کی یہ کاوش و کوشش رہتی تھی کہ سنتِ نبوی (علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی مکمل متابعت ہو۔ ہر معاملہ میں شریعتِ مطہرہ کے مطابق عمل پیرا ہونے کو دنیوی اور اُخروی فوز و فلاح کے لئے لازم قرار دیتے تھے۔ آپ نے اپنے وابستگان کو بھی اسی کی تلقین کی۔ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

''اہلِ ظاہر شریعت و طریقت کی یوں مثال دیا کرتے ہیں کہ شریعت پاجامہ کی مانند ہے، طریقت کرتہ کی مثال، حقیقت بہ منزلہ چادر کے ہے اور معرفت پگڑی ہے۔'' اس کے بعد آپ نے بطورِ محاکمہ فرمایا: ''ہمارا مذہب اور طریقہ یہ ہے کہ شریعت جسے اہلِ ظاہر پاجامہ قرار دیتے ہیں، یہ ہمارے لئے بمنزلہ دستار اور سر کا تاج ہے۔'' [۱۴]

ایک دفعہ حضرت والا نے فرمایا: ''شریعت بڑی دولت ہے۔ شریعت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جس کی تعریف سے زبان قاصر ہے مگر موجودہ زمانے کے اندھے صوفیوں پر تعجب ہے جو کہا کرتے ہیں کہ شریعت و طریقت میں اختلاف ہے اور بڑا فرق ہے۔'' پھر مثال دے کر سمجھایا: ''مثلاً اگر کوئی چھوٹا ناسمجھ بچہ راستے سے ہٹ کر ایسے مقام پر چلا جا رہا ہو کہ آگے کنواں ہو اور دوسرا کوئی شخص اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو غلط راہ ہٹا کر صحیح راستے پر لے آئے تو اس کو اختلاف کیوں کر کہا جا سکتا ہے؟ بلکہ اس بچہ کی مخالفت تو یہ ہوگی کہ اس کو اس کے حال پر رہنے دیا جائے کہ بھلے وہ کنویں میں جا گرے۔ سو شریعت بھی گمراہوں کو سیدھے راستے پر لگانے والی ہے، پھر شریعت کو طریقت سے مختلف کیوں قرار دیا جا سکتا ہے؟ [۱۵]

۲۔ نماز باجماعت کی تلقین:

حضرت پیر سائیں روزہ دھنی قدس سرہٗ اپنے مریدین و معتقدین کو نماز باجماعت کی ادائیگی کی تلقین فرماتے رہتے تھے اور نماز

قضا کرنے والوں یا نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں سستی کرنے والوں پر سخت ناراض ہوتے تھے اور تعزیر دینے کے لئے اس کو شکنجے میں کسواتے تھے تا آنکہ وہ توبہ نہ کرلے اور آئندہ باجماعت نماز میں پابندی سے شرکت کا پکا وعدہ نہ کرلے۔'' پیر صاحب پگارا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مُوتو خدمتگار نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں اور صاحبزادہ والا تبار میاں محمد شاہ علیہ الرحمۃ نماز باجماعت میں شریک نہ ہوئے تھے تو حضرت پیر سائیں قدس سرہٗ نے ہم دونوں کے لئے حکم صادر فرمایا کہ ان دونوں کو نماز میں سستی کرنے والوں کے لئے جو شکنجہ بنا ہوا ہے اس میں کس دیا جائے۔'' ۱۶؎

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا: ''جس شخص کے شرعی اعمال ناقص ہیں یعنی وہ شریعت پر پورا عامل نہیں ہے، اس کے عقیدۂ توحید میں خامی ہے۔ اس کی توحید کی کمالیت میں بھی نقص واقع ہوگا۔ (یعنی اس کو معرفتِ الٰہی میں کمال حاصل نہ ہو سکے گا۔)'' ۱۷؎

۳۔ ہر دم ذکرِ الٰہی کی تلقین:

آپ نے اپنے والدِ ماجد حضرت سید محمد بقا شاہ علیہ الرحمۃ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور انہی کی رہنمائی میں منازلِ سلوک طے کیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے والدِ ماجد کوٹری کبیر میں مخدوم یار محمد کے مدرسہ میں جہاں ہم علومِ ظاہری کی تعلیم حاصل کر رہے تھے، میرے پاس تشریف لائے تو انہوں نے مجھ سے اشغال و حال کی کیفیت دریافت کی۔ میں نے عرض کی کہ اشغال میں مشغولیت کے باوجود مجھے تو کچھ کیفیت محسوس نہیں ہوئی۔ یہ سن کر آپ نے مجھے طریقۂ عالیہ قادریہ کے تحت ذکر بالجہر میں مشغول ہونے کا حکم فرمایا اور سلسلۂ قادریہ میں داخل فرمالیا۔ ذکر بالجہر نے مجھ پر اس قدر اثر کیا کہ ازسرتاپا، مُو بہ مُو، ناخن تک ذاکر بن گئے۔ تمام اعضائے بدن محبتِ الٰہی میں سرشار اور فائز المرام ہوگئے۔ ۱۸؎

حضرت والا اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''عرصۂ عمر کو غنیمت جانو اور اللہ تعالیٰ کے فردوس (بہشت) کی طلب میں رہو جو بحکمِ حدیث شریف ''حلقہ ہائے ذکر'' ہیں کیونکہ وقت ایک کاٹنے والی تلوار ہے۔'' غور کریں تو ان مختصر جملوں میں اسرار و معانی کا ایک بحرِ بے کراں پنہا ہے۔ وقت کی قدر کی تعلیم اور سورۂ ''والعصر'' کی کیسی نفیس تفسیر ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

''طبیب (مرشد) سے میں نے اپنے دردِ نہانی کا ماجرا بیان کیا تو اس نے اس کا علاج بتایا کہ یار دوست کے سوا اپنے منہ کو بند رکھ، پھر میں نے پوچھا غذا کون سی کھاؤں؟ طبیب نے کہا یہی خونِ جگر پیا کرو، میں نے پوچھا پرہیز؟ بولا ''دونوں جہانوں سے۔''

حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ طالب کو اولاً ذکر لسانی میں ذوق حاصل ہوتا ہے، اس کے بعد ذکرِ قلبی سے، پھر فکر سے، پھر قرآن مجید کی تلاوت سے، پھر درود شریف سے، اس کے بعد تہلیل۔ اسی طرح اس کا ذوق درجہ بدرجہ ترقی پذیر رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اشغال میں آخری شغل تہلیل ہے یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنا۔''

ایک دن حضرت والا نے ارشاد فرمایا: ''جب لوگ جنت میں داخل ہوں گے اس وقت ان کو کچھ بھی دکھ نہ ہوگا لیکن جو سانس کہ انہوں نے دنیا میں بغیر یادِ الٰہی لیا ہوگا، اس کی وجہ سے نہایت شرمسار، غمگین اور پریشان ہوں گے۔''

ایک دفعہ حضرت والا کے ساتھ صاحبزادگان بھی شریکِ سفر تھے۔ کھانا کھاتے وقت آپ نے صاحبزادگان سے فرمایا: ''بابا طعام بھی کھاؤ اور دل بھی حاضر رکھو۔ جب لقمہ منہ میں رکھو اس وقت اسم ''اللہ'' کا تصور کرو اور جب حلق سے نیچے اتارو اس وقت اسم ''ھُو'' کو تصور میں لاؤ۔'' ۱۹؎

۴۔ دفعِ مصائب کے لئے ذکرِ الٰہی اکسیر ہے:

خلیفہ میاں لقمان کا بیان ہے حضرت والا لاڑ کے سفر میں تھے کہ آپ کے برادرِ بزرگ میاں عبدالرسول شاہ کا خط آپ کو ملا جس میں تحریر تھا کہ سرکاری حکم نامہ ملا ہے کہ حضرت والا کی جس اراضی کا مالیہ لگان پہلے سے معاف تھا، وہ اب بھی معاف ہے لیکن جو لوگ بعد میں آکر آباد ہوگئے ان سے تمام مالیہ لگان وصول کی جائیں گی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ''لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو گئے تو ان پر حاکم بھی ظالم مقرر ہو گئے۔'' آپ نے جواب میں لکھا کہ ''تمام لوگ نماز اور اللہ کے ذکر میں مشغول رہیں۔'' لوگوں نے پابندی کے ساتھ

حضرت والا کی ہدایت پر عمل شروع کر دیا جس کی برکت سے تمام مالیہ لگان معاف ہو گئے۔ ۲۰ حضرت سائیں روزہ دھنی قدس سرہٗ العزیز کا یہ قولِ مبارک کس قدر ہمارے حسبِ حال ہے۔ ہم اگر آج ظالم حکمرانوں اور ان کے بنائے ہوئے ظالمانہ ٹیکس اور مالی نظام سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اسٹرائیک، توڑ پھوڑ، لوٹ مار کی بجائے توبہ واستغفار، ذکرواذکار اور قیامِ صلوٰۃ کی راہ اپنانی ہوگی، اسی سے ہمیں ظالموں سے نجات حاصل ہوگی۔

۵۔ اسرارِ طریقت کی تعلیم:

آپ نے اپنے ملفوظات میں مخاطب کی فہم کے مطابق اسرارِ طریقت کی تعلیم دی ہے اور اس کی توضیح وتشریح فرمائی ہے۔ گذشتہ سطور میں ''ہردم ذکرِ الٰہی کی تلقین'' کے عنوان کے تحت اسمِ جلالت ''اللہ''، اس کی ضمیر ''ھو'' کے ذکر اور مراتبِ ذکر کے بیان میں کچھ اسرارِ طریقت نظر سے گذرے۔ شغلِ فنائے صفاتی کے حوالے سے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ایک پیر نے اپنے مرید کو صفاتِ الٰہی میں فنا ہونے کا شغل بتایا اور فرمایا کہ ''سمیع''، یعنی سننے والا، ''بصیر'' یعنی دیکھنے والا، ''کلیم''، یعنی کلام فرمانے والا، ''قدیر''، یعنی صاحبِ قدرت اور ''حی''، یعنی زندہ۔ یہ تمام صفات اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ہیں اور تمام مخلوق میں یہ صفات عاریۃً موجود ہیں۔ طالب کو چاہئے کہ جب اس شغل میں مشغول ہو تو ان تمام صفات کو اپنے آپ سے اور تمام موجودات سے قطع کر کے ان کی نسبت اللہ کی طرف کرے۔ پس جب اس نسبت میں کمال حاصل ہو گیا تو پھر فقط اللہ کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔ ۲۱

شغل نفی اثبات: حضرت والا کی خدمت میں ایک مرید نے عرض کی: ''یا حضرت مجھے شغلِ نفی اثبات کی تعلیم ارشاد فرمائیں۔'' حضرت والا یہ سن کر اس پر بڑے خوش ہوئے اور فرمایا: ''پہلے سانس روک کر حرف ''لا''، نفسی لطیفے سے شروع کر اور سرّی اور خفی اور اخفیٰ سے گھما کر معنیٰ کا لحاظ رکھتے ہوئے ''اِلٰہ'' کا لفظ داہنے کندھے پر پہنچا جس کا معنی یہ ہے کہ دوسرا کوئی خدا نہیں اور لفظ ''الا اللہ'' جس کا معنیٰ ہے مگر اللہ، روحی اور سرّی لطیفے سے لا کر حرف ''ہ'' کو قلبی لطیفے پر ضرب لگا کر پورا کر اور اکیسویں مرتبہ قلبی تصور سے محمد الرسول اللہ (ﷺ) کہے اور پھر معنیٰ کا لحاظ رکھتے ہوئے کلمہ کا شغل پورا کرے، سانس کو چھوڑ دے لیکن اگر اکیس مرتبہ تک دم بند نہ رکھ سکے تو پانچ یا سات یا نو یا گیارہ تک جس قدر ہو سکے اتنے پر دَم کو چھوڑ دے لیکن چھوڑے طاق پر ہی، جفت پر نہ چھوڑے۔ مگر اس کی زکوٰۃ اکیس مرتبہ ہے۔

اے عزیز! اس شغل کی قبولیت یہ ہے کہ وجودِ بشریت کی نفی ہو جائے گی، اس کے بعد سالک کو جذباتِ الٰہی سے جذبہ عطا فرمایا جاتا ہے اور حقیقت کے احوال اس پر وارد ہونے لگتے ہیں۔ اس کی پیاس بڑھتی ہی چلی جائے گی، ہرگز سیر نہ ہوگا اور ''ھَلْ مِنْ مَّزِیْد'' کا نعرہ لگاتا ہوا آگے بڑھتا جائے گا۔ پس ایسے سالک کی دستگیری اللہ تعالیٰ فرمائے گا اور وہ جلد ہی ولایتِ کبریٰ کے مقام پر فائز ہو جائے گا۔'' ۲۲

ذکر ھمہ اوست: حضرت والا کی خدمت میں ایک مرید نے عرض کی: یا حضرت جس کا ذکر آپ نے ارشاد فرمایا تھا وہ میں نے کیا ہے جیسے کہ حضور نے فرمایا تھا کہ جب سانس اندر سینے میں جائے تو اسم ''اللہ'' کے خیال سے قلب پر ماریں اور جب باہر نکلے تو اسمِ ''ھو'' ناک سے باہر نکالا جائے میں نے اس ذکر کی تکرار کی ہے، اب سارے جسم میں جاری ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ ہمہ اوست کا ذکر ہے اور سانس اندر لانے اور باہر نکالنے والا بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ جیسا کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے: ع نامی ست بر من باقی ہمہ اوست (یعنی مجھ پر صرف میرا نام ہے باقی سب کچھ وہی ہے۔)'' ۲۳

اپنی ھستی کو مٹا کر اللہ کا نام لو: خلیفہ محمود نظامانی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کی: ''یا حضرت! اس شعر کا مطلب کیا ہے؟

> ہزار بار بشویم دہن ز مشک وگلاب
> ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

میں اگر ہزار بار بھی مشک وگلاب سے اپنا منہ دھولوں تو بھی تیرا نام لینا کمال بے ادبی ہے۔

آپ نے فرمایا: اگر کوئی آدمی خواہ ہزار مرتبہ مشک وگلاب سے منہ کو صاف کر کے اللہ تعالیٰ کا نام زبان پر لائے لیکن اگر وہ اپنی ہستی

موہوم کے ساتھ یہ نام مبارک لیتا ہے تو یہ کمال بے ادبی ہے اور اگر اپنی ہستی موہوم کو مٹا کر بیخود ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیتا ہے تو یہ ہزار مرتبہ مشک و گلاب سے منہ دھونے سے تمام بہتر اور کمالِ ادب ہو جائے گا۔ جیسے کہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے ۔

با خودی کفر بے خودی دین ست

ہر چہ گفتیم مغز او این ست

یعنی اپنی ہستی سے ہونا کفر ہے اور اپنی ہستی کو مٹا دینا دین ہے، ہماری تمام گفتگو کالُبِّ ولُباب یہی ہے۔ ۲۸

ذکرِ لطائفِ ستّہ: خلیفہ محمود نظامانی کا بیان ہے کہ جب میں حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہو کر تلقین سے مشرف ہوا تو میں ذکر کرتے ہوئے ''ذکرِ سلطانی'' میں مشغول ہو گیا اور یہ ذکر سارے جسم میں جاری ہو گیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ ''دل کے تصور سے زیادہ مشغول ہو۔'' آپ کے ارشاد کے مطابق میں نے دل سے توجہ رکھی تو اس سے بڑی جمعیت حاصل ہوئی اور ذکر بھی تمام جسم پر غالب آگیا۔ پھر آپ نے ''ذکرِ لطائفِ ستّہ'' بتایا اور فرمایا کہ نفسی لطیفہ ناف سے دو انگل نیچے ہے اور لطیفۂ قلبی کا مقام بائیں پستان سے نیچے ہے اور لطیفۂ روحی دائیں پستان کے نیچے۔ سِرّ کا لطیفہ سینے کے درمیان میں ہے۔ لطیفۂ خفی پیشانی میں اور لطیفۂ اخفیٰ دماغ میں ہے۔ پھر یہ ترتیب بیان فرمائی کہ پہلے نفسی لطیفے پر اسم اللہ کو خیال سے تکرار کرے یہاں تک کہ جب سانس روکنے سے عاجز آجائے تو دائیں طرف سے ناک بند کر کے بائیں طرف سے آہستہ آہستہ سانس خارج کردے۔ اسی طرح تمام لطیفوں پر ترتیب سے دَور کرے۔ یعنی پہلے نفسی، پھر قلبی، پھر روحی، پھر سِرّی، پھر خفی اور پھر اخفیٰ پر تکرار کرے اور طاق کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ مثلاً اگر دیگر لطائف پر تین تین مرتبہ تکرار کی ہو تو اخفیٰ پر پانچ مرتبہ کرے اور اگر دوسرے لطیفوں پر پانچ مرتبہ کی ہو تو اخفیٰ پر سات مرتبہ کرے۔

اور اسم شریف کی صورت خیال میں رکھنے لئے نیچے سے اوپر کا لحاظ رکھنا چاہئے یعنی نیچے کے لطیفوں سے اوپر کی طرف دَور کرنا چاہئے۔'' خلیفہ محمود کا بیان ہے کہ اس فکر میں ابتداً مشکل محسوس ہوئی۔ میں نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کی: ''یا حضرت! اس فکر کے تصور میں بڑے ذوق کا حصہ ہوگا؟'' آپ نے فرمایا: ''جو کچھ سامنے ہے وہ سب نورٌ علیٰ نور ہے۔ پھر تمام لطیفوں سے بڑے عجائب نظر آئے اور وہ سب اتنے کشادہ دکھائی دینے لگے کہ آسمان و زمین کی وسعت سے بھی زیادہ اور رنگ بھی (جن سے سالکانِ طریقت واقف ہیں) دیکھنے میں آگئے۔'' ۲۵

دنیا اندھیرے غار کی مانند ہے: ایک دفعہ کمال فقیر ٹالپر اور کرم فقیر ٹالپر آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ''دوسرے فقراء کی جماعت کو جذب کی حالت ہو جاتی ہے، ہم لا الہ الا اللہ کا ذکر بھی رات دن کرتے رہتے ہیں، اس کے باوجود نہ وجد طاری ہوا اور نہ حال ہی حاصل ہوا۔''

ان کی یہ بات چیت حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ بار سرارہ العزیز نے سن لی۔ فرمایا کہ ''ابھی رات ہے، جب دن ہوگا تب خود ہی ہر کسی کو خبر پڑے گی کہ کس قدر سرمایہ جمع کر کے لایا ہوں۔'' آپ نے پھر ان سے پوچھا کہ ''تم کو سکند بادشاہ کے غار والے احوال کی کچھ خبر ہے کہ کیسا تھا؟'' انہوں نے عرض کی: ''یا حضرت! ہمیں تو کچھ خبر نہیں ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''جس وقت سکندر غار ظلمات سے واپس ہوا تھا تو اندھیرے میں گھوڑوں کے پاؤں کو کنکریاں پتھریاں لگ رہی تھیں۔ سکندر نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ''ہر شخص یہاں سے یہ کنکر پتھر اکٹھے کر کے اٹھاتا چلے۔ یہ حکم سن کر سب نے وہاں سے کنکر پتھر اٹھالئے، پھر کسی نے خورزینیں اور توبرے بھر کر اپنے گھوڑوں پر لادلئے۔ بعض نے صرف خورزینیں بھر لیں۔ بعض نے توبرے بھر لینے پر کفایت کر لی۔ بعض نے کم بعض نے زیادہ۔ اپنے اپنے خیال کے مطابق پتھریاں کنکریاں اٹھالائے۔ لیکن بعض بدنصیبوں نے کچھ بھی نہ اٹھائیں۔ خالی ہاتھ نکل آئے۔ جب اندھیرے غار سے نکل کر باہر آئے، تب دیکھتے کیا ہیں کہ یہ سب کنکر پتھر، ہیرے اور جواہرات کے ٹکڑے تھے جو چمک دمک رہے تھے۔ یہ دیکھ کر جنہوں نے زیادہ اٹھالئے تھے انہیں بھی افسوس ہوا کہ اگر اس کی خبر ہوتی تو پلو بھر کر بھی باندھ لاتے اور جنہوں نے تھوڑے اٹھائے تھے ان کو یہ افسوس ہوا کہ اگر دوسروں جتنے ہی اٹھالاتے تو بھی اچھا ہوتا۔ لیکن جن بدبختوں نے کچھ بھی نہ اٹھایا تھا اور شقاوتِ ازلی کے باعث ایسی مفت کی نعمت سے محروم رہ گئے تھے ان کو دوہرا دکھ پہنچا۔

ایک یہ کہ بادشاہ کے حکم کی عدم تعمیل کا دکھ۔ دوسرا یہ کہ ایسی بے نظیر مفت کی دولت سے محرومی کا درد۔ مطلب یہ کہ ہر شخص اپنی جگہ حسرت وافسوس میں ڈوب گیا۔ اسی طرح یہ دنیا بھی اندھیرے غار کی مانند ہے۔ پھر جو کوئی یہاں پر جس قدر عملِ صالح کرے گا اسی قدر آخرت میں اس کو اس کا اجر مل جائے گا اور جو کچھ بھی نہ کرے گا اس کو کوئی فائدہ یا اجر پلے نہ پڑے گا تاہم حسرت وافسوس ہر کسی کو اپنے مقدر کے مطابق ہونا ہے۔'' ۲۶

۶۔ مریدین کی تربیت:

حضرت پیر سائیں روزہ دھنی قدس اللہ سرہٗ العزیز کا اپنے مریدوں سے تعلق محبت وشفقت پر مبنی تھا۔ آپ نے اپنے مریدین اور معتقدین کی تربیت کی طرف سے سفر وحضر میں کسی وقت بھی غافل نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے وقت کے مرشدِ کامل کہلاتے ہیں۔ مریدین کی تربیت کے لئے آپ کے ملفوظات میں وہ انمول موتی ہیں جن سے ہر دور کا طالب فیضیاب ہوسکتا ہے۔ چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

توبہ کی فضیلت: حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ بار سرارہ نے فرمایا: ''جس شخص نے کوئی گناہ کیا اور پھر اس گناہ پر وہ نہ پشیمان ہوا اور نہ توبہ کی اور نہ اس کے دل میں اس گناہ کے ارتکاب سے کوئی رنج وغم پیدا ہوا تو وہ گناہ اس کے ذمے رہ جاتا ہے اور جس شخص نے گناہ سے توبہ کی اور بہت زیادہ دکھ اور پشیمانی کا احساس کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادیتا ہے جیسے کہ حدیث شریف میں وارد ہے ''التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ'' یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہ تھا۔''

اللہ عزوجل اپنے بندے کو بخشنے سے نہیں تھکتا: حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ بار سرارہ نے فرمایا: ''کوئی بھی شخص گناہ سے خالی نہ ہوگا، پھر جب کسی شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اس کو چاہئے کہ اسی وقت وضو کرے اور دو رکعت نفل پڑھ کر بارگاہِ الٰہی میں نہایت عاجزی اور نیاز مندی سے التجا کرے کہ اے میرے رب! میں دوبارہ اس گناہ کے قریب نہ جاؤں گا جیسے تھن سے نکلا ہوا دودھ دوبارہ تھن میں نہیں جاتا، اسی طرح میں بھی تاعمر اس گناہ کی طرف نہ لوٹوں گا۔ پھر اگر بندہ تمام عمر گناہ کرتا رہے اور اسی طرح سچے دل سے توبہ کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بندہ ایسی عاجزی اور نیاز مندی سے نہیں تھکتا تو میں بھی اس کو بخشنے سے نہیں تھکتا۔

رحمتش را تشنہ دیدم بر گناہ　　آب دیدہ خویش را کردم پناہ

اس کی رحمت کو میں نے گناہ پر پیاسا دیکھا تو میں نے اپنے آنسوؤں کو پناہ بنالیا۔

بود عینِ عفوتو عاصی طلب　　عرصۂ عصیاں گرفتم زیں سبب

یارب تیری بخشش کا چشمہ عاصی طلب تھا، اس لئے میں نے گناہوں کا میدان اختیار کیا۔

چونکہ ستاری تو دیدم کارساز　　ہم بدستِ خود دریدم پردہ باز

جب میں نے تیری ستاری کو کارساز دیکھا تو میں نے اپنے ہی ہاتھ سے اپنا پردہ پھاڑ ڈالا۔

قطرۂ چند از گنہ گر شد پدید!　　در چنیں دریا کجا آید پدید!

اگر مجھ سے گناہوں کے چند قطرے ظاہر ہوگئے تو بھی تیرے وسیع دریائے رحمت میں وہ کہاں باقی رہ سکیں گے؟

توبہ الی اللہ: حافظ فقیر گنگرو علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں درگاہ مبارک پر حاضر تھا۔ ایک دن حضرت پیر سائیں قدسنا اللہ باسرارہ نماز ظہر سے فارغ ہوکر بیٹھے تھے کہ اتنے میں آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت صبغۃ اللہ شاہ اول قدس اللہ سرہ جو کہ ابھی صاحبزادگی کے زمانے میں تھے، نماز کے لئے مسجد میں آئے اور اکیلے نماز پڑھی۔ حضرت والا آپ کو اکیلے نماز پڑھتے دیکھ کر بڑے جوش میں آئیں اور ان سے فرمایا کہ ''تم سمجھتے ہو کہ ہم پیر کے بیٹے ہیں اور اسی فخر پر عمدہ لباس پہنے امیروں کی طرح گھوڑوں پر سوار ہوکر شہر میں گھومتے ہو، ہماری مرضی اور خواہش یہ تھی کہ تم اللہ کی جانب متوجہ ہو جاؤ مگر تم خلق میں مشغول ہوگئے ہو اس لئے ہم تم سے راضی نہیں ہیں اور دوم یہ کہ ہم نے خلیفوں کو تلقین کی اجازت دی تھی اور یہ اس لئے کہ وہ خلق کو اللہ تعالیٰ کی طرف آنے کی دعوت دیں اور بلائیں مگر وہ بھی اپنے لئے لوگوں کے حصے بخرے کرکے بیٹھ رہے ہیں، ہم ان سے بھی

راضی نہیں ہیں۔ اور دوسرے پھر فقیر ہیں جو خود کو تارک الدنیا کہلاتے ہیں حالانکہ تارک بننے سے قبل ان کا حال یہ تھا کہ لکڑیوں کی بھری اکٹھی کر کے بیچتے اور اس میں سے پاؤ آدھ سیر اناج حاصل کر کے اپنا گذارہ کرتے تھے اور وقت پر دال بھی ہزار حیلوں سے میسر ہوتی تھی۔ اب یہ وہی تارک چارپائیوں پر سوتے ہیں، ٹھنڈے پانی کے گھڑے بھر کر چارپائیوں کے نیچے رکھتے ہیں اور اگر ایک وقت روٹی نہیں ملتی تو دل میں کہتے ہیں کہ تمام اوقات میں طعام ملتا رہے تو خوب کھا پی کر سیر ہو کر بیٹھے رہیں ان لوگوں سے بھی ہم راضی نہیں ہیں کیونکہ یہ نفس کی مخالفت نہیں کرتے۔ اور ایک دوسرا گروہ ہے جو تن تنہا ہیں۔ ان کے پاس اسباب دنیوی تھوڑا ہے۔ اس لئے وہ جلد جلد ہمارے پاس حاضر ہوتے رہتے ہیں اور دوسرے مرید جو اسباب دنیوی میں مقید ہیں ان کو کہتے ہیں کہ اے دوستو آؤ کہ اکٹھے ہو کر حضرت مرشد کریم کی زیارت کے لئے درگاہ مبارک پر چلیں۔ پھر وہاں اہل اسباب کے ہاں اچھی طرح گوشت روٹی کھا کر ہمارے پاس آتے ہیں۔ پھر جب دنیادار آدمی پانچ چھ دن بعد جانے کے لئے رخصت طلب کرتے ہیں تو یہ فقیر انہیں وعظ سناتے اور کہتے ہیں کہ اتنی جلدی جانے کے لئے اجازت نہ مانگو، دو تین دن مزید ٹھہر جاؤ لیکن ان بیچاروں کو دنیاوی مشغولیات کہاں چھوڑتی ہیں۔ بالآخر وہ رخصت لیکر چلے جاتے ہیں اور یہ مجرد چھڑے چھٹل فقیر دو تین مزید یہاں رہ کر پھر ان کے پاس جاتے ہیں اور ان پر ملامت کی بارش کر دیتے ہیں کہ تم وہاں ٹھہرے ہی نہیں، یکدم پیچھے دوڑ کر لوٹ آئے اور خود دو تین دن مزید ٹھہر جانے کی وجہ سے فخر کرنے لگتے ہیں، ان لوگوں سے بھی ہم راضی نہیں ہوئے۔

پھر حاضرین کی پوری جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''تم سب نے اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ نہ کی۔'' اس طرح فرما کر غصہ کے ساتھ حویلی مبارک میں تشریف لے گئے اور عصر نماز میں بھی رنجش کے باعث تشریف فرما نہ ہوئے جس کی وجہ سے جماعت میں فریاد و آہ و زاری مچ گئی۔ پھر از راہِ لطف و کرم، نمازِ مغرب میں تشریف لے آئے۔

حوالہ جات

۱۔ الاحزاب:۲۱ ۲۔ الجمعہ: ۲

۳۔ آل عمران:۱۶۴ ۴۔ المائدۃ:۳

۵۔ ملفوظات شریف امام الاولیاء حضرت پیر سائیں روزہ دھنی (اردو) طبع دوم، ناشر جمعیت علمائے اسکندریہ، جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، خیر پور، سندھ

۶۔ ایضاً، ص:۳۸۴ ۷۔ ایضاً، ص:۴

۸۔ ایضاً، ص:۳ تا ۵

۹۔ المنجد (عربی، اردو) ناشر: دارالاشاعت، کراچی، گیارھواں ایڈیشن، ص:۹۲۷

۱۰۔ نسیم اللغات، مرتبین: سید قاسم رضا نسیم امروہی و سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز، لاہور۔ حیدرآباد۔ کراچی، ص:۱۱۰۹

۱۰ (ب) مصطفےٰ رضا خاں، مولانا مفتی، ''الملفوظ'' ناشر، فیاض الحسن بک سیلر نئی سڑک، کانپور، انڈیا، ص ۱۸، ۱۹

۱۱۔ غلام غوث قادری، ڈاکٹر، ''امام احمد رضا خاں کی انشاء پردازی۔ ایک تفصیلی مطالعہ''۔ پی۔ ایچ۔ ڈی مقالہ (غیر مطبوعہ)، رانچی یونیورسٹی، جھارکھنڈ، انڈیا۔ ص:۳۸۳ تا ۳۸۴

۱۲۔ مجید اللہ قادری، ڈاکٹر، پروفیسر، ملفوظاتِ شمس، ناشر: ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی، ص:۱۳

۱۳۔ ابو الحسان محمد رمضان علی قادری، علامہ، الحاج، الحکیم، ''مخزنِ فیضان''، ناشر: جمعیت علمائے سکندریہ، درگاہ شریف، پیر جو گوٹھ، خیر پور، سندھ، ص:۱۳، ۱۴

۱۴۔ ایضاً، ص:۲۸۲

۱۵۔ ایضاً، ص:۲۸۴ ۱۶۔ ایضاً، ص:۲۸۲، ۲۸۳

۱۷۔ ایضاً، ص:۲۸۳ ۱۸۔ ایضاً، ص:۳۹۷ تا ۳۹۸

۱۹۔ ایضاً، ص:۶۲، ۶۳ ۲۰۔ ایضاً، ص:۶۴

۲۱۔ ایضاً، ص:۶۵ تا ۶۶ ۲۲۔ ایضاً، ص:۶۸

۲۳۔ ایضاً، ص:۶۹ ۲۴۔ ایضاً، ص:۲۵

۲۵۔ ایضاً، ص:۷۱، ۷۲، ۷۶ ۲۶۔ ایضاً، ص:۷۲، ۷۳

جاری ہے ....

حاجی عبدالرحیم گیگا پردیسی قادری قاسمی برکاتی علیہ الرحمۃ

ندیم احمد قادری نورانی*

گیگا فیملی کے سرپرست و بزرگ محترم جناب حاجی عبدالرحیم اسماعیل گیگا پردیسی قادری قاسمی برکاتی مورخہ ۱۴/جون ۲۰۰۷ء/ ۲۸/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ رات دو بج کر پچیس منٹ پر کراچی میں وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی نمازِ جنازہ حضور تاج العلماء علامہ سید محمد میاں برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت امین ملت علامہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی مدظلہ العالی (پروفیسر علی گڑھ یونیورسٹی) نے ہندوستان سے خصوصی طور پر تشریف لاکر پڑھائی۔ آپ کی تدفین میوہ شاہ قبرستان میں عمل میں آئی۔ مرحوم بڑے متقی و پرہیزگار اور اعلیٰ اوصاف کے حامل تھے۔ آپ ۱۹۵۴ء میں حج کی سعادت سے سرفراز ہوئے اور متعدد عمرے کیے۔ تقریباً ہر سال ہی عمرے کی سعادت آپ کے حصہ میں آتی۔ تین چار مرتبہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پُرانوار سے آپ کو احرام باندھنے کا شرف حاصل ہوا۔ بزرگانِ دین کے مزار پر کثرت سے حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ ختم قادریہ کی بڑی پابندی فرماتے اور اس کی پابندی کرنے والوں سے خوش ہوتے۔ آپ سادات کرام، حفاظ اور قُرّاء حضرات سے بڑی عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ خانقاہِ مارہرہ شریف کی روحانی و بزرگ ہستی حضور تاج العلماء علامہ مولانا سید محمد میاں برکاتی مارہروی قدس سرہ سے آپ کو شرفِ بیعت حاصل تھا اور اس مبارک خانقاہ کے بزرگوں سے آپ کے خصوصی تعلقات تھے اور جب بھی اس خانقاہ سے کوئی ہستی کراچی آتی تو آپ کے یہاں ضرور قیام ہوتا۔ آپ سنیت کا بڑا درد رکھتے تھے اور دینی اداروں اور مساجد کی تعمیرات میں بڑھ چڑھ کر تعاون فرماتے۔ آپ نے خود بھی تنزانیہ، دبئی، کراچی اور اسلام آباد میں مساجد بنوائیں اور کراچی میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے تجوید وحفظ وناظرہ کے لیے مدرسے جو کہ مدرسۂ اسمٰعیل گیگا کے نام سے ہیں، بنوائے۔ آپ کی تین صاحبزادیاں اور آٹھ صاحبزادے ہیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے محترم حاجی محمد ہارون پردیسی صاحب کا ۱۹۹۹ء میں وصال ہو گیا تھا۔ بقیہ سات صاحبزادوں کے نام بالترتیب یہ ہیں: حاجی محمد بلال پردیسی، حاجی محمد ابراہیم پردیسی، حاجی محمد زکریا پردیسی، حاجی عبدالصمد پردیسی، حاجی محمد عبدالمجید پردیسی، حاجی محمد امین پردیسی، حاجی محمد رفیق پردیسی۔ یہ آپ کی تربیت کا ہی نتیجہ ہے کہ آپ کے تمام صاحبزادگان بالخصوص محترم حاجی محمد رفیق پردیسی برکاتی، حاجی عبدالمجید پردیسی اور حاجی محمد امین پردیسی مسلک حقہ اہلسنت وجماعت کی ترویج واشاعت کے لیے اندرونِ ملک اور عالمی سطح پر سرگرمِ عمل ہیں اور اہلِ سنت کے علمی و اشاعتی اداروں کی اپنے بھرپور مالی تعاون سے حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کے سرپرست اعلیٰ محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، صدر ادارہ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اور جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور دیگر اراکین، پردیسی برادران کے ساتھ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو ان کے لیے ذریعۂ نجات بنائے اور ان کے تمام پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

ہم محترم جناب عبدالعزیز پردیسی برکاتی صاحب زید مجدہٗ کے جو مرحوم حاجی عبدالرحیم گیگا پردیسی برکاتی صاحب کے چھوٹے بھائی جناب حاجی ابوبکر پردیسی برکاتی صاحب کے صاحبزادے ہیں، بے حد ممنون و مشکور ہیں کہ جو اپنی مصروفیات کے باوجود خصوصی طور پر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی تشریف لائے اور مندرجہ بالا معلومات فراہم کیں۔

* [illegible] ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی

ادارۂ صراطِ مستقیم، پس منظر اور عزائم

علامہ مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

خالق کائنات جل جلالہ نے انسانیت کو سب سے کامل اور جامع نصاب "اسلام" کی شکل میں عطا فرمایا ہے۔ بانی اسلام قائد المرسلین ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس دین کے ابلاغ و تبلیغ اور نفاذ و ترویج کا حق ادا کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کرنوں کو سمیٹ کر جہانِ تابعین تک پہنچایا انہوں نے اس نکہت و نور کو مزید آگے بڑھایا۔ یوں دیے سے دیا روشن ہوتا چلا گیا اور آج بھی ہمارے سینوں کی محراب میں وہ چاندنی موجود ہے۔ ہم کسی آتش و آہن کے سلسلے کو عبور کر کے یا کسی صبر آزما جہد مسلسل کی تلاطم خیزیوں سے گذر کر ساحل ایمان و یقین تک نہیں پہنچے بلکہ ہمارے خالق و مالک جل جلالہ نے یہ دولت ہمیں ورثے میں عطا کی ہے۔ نہایت قیمتی سرمایہ ہمیں مفت میں ملا ہے اب اسے محفوظ رکھنے کے لیے ہمیں کچھ قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ اگر آج کا مسلمان یہ چاہتا ہے مفت میں ملا ہوا سرمایہ مفت میں محفوظ رہے تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ اسی طرزِ عمل کے نتیجے میں اس قیمتی سرمائے سے ہاتھ دھو بیٹھنا کوئی بعید نہیں۔ چنانچہ نورِ ایماں اور سوز یقین پر پہرے کی ضرورت ہے اور اپنے ایمان و یقین کی بقا کے لیے اوروں کی اصلاح بھی ضروری ہے۔ یہ فریضہ کوئی چھوٹا فریضہ نہیں ہے۔ یہ کردار کوئی معمولی کردار نہیں ہے بلکہ فیضِ نبوت کا ورثہ ہے۔

> کسی کی حقیقی زندگی کے بجھتے ہوئے چراغ میں تیل ڈالنا کیا معمولی بات ہے؟

> کسی کی قحط زدہ بنجر زمین کے لیے سیرابی کیا چھوٹا تحفہ ہے؟

> کسی نابینا کے لیے بینائی کا سرمہ کیا چھوٹی سوغات ہے؟

> کسی جاں بلب کے لیے آبِ حیات کی بوند کیا ہلکی نعمت ہے؟

> کسی ظلمت کے مارے کے لیے کائناتِ نور کیا تھوڑا سرور ہے؟

یقیناً یہ بہت کچھ ہے اور ایسا کرنے کے لیے ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ قرآن و سنت کا جھنڈا لیکر اٹھو، مسیحائی کا گر خود بخود آ جائے گا۔

> کسی نابینا کو کنویں کے کنارے پر دیکھ کر نہ بولنا اور اسے نہ پکڑنا بھی کوئی انسانیت ہے؟

> کسی کے خرمن میں آگ لگی دیکھ کر آنکھیں پھیر لینا بھی کوئی آدمیت ہے؟

> کسی تشنہ لب کے منہ میں پانی کا قطرہ نہ ڈالنا بھی کوئی دستورِ حیات ہے؟

> کسی مریض کو تڑپتا دیکھ کر طبیب کا درماں نہ کرنا بھی عقل و خرد کا کوئی ضابطہ ہے؟

اگر نہیں تو

> کتنے لوگ ہیں جہالت کی نابینگی کی وجہ سے فسق و فجور کے کنویں میں گر رہے ہیں تم قرآن پڑھ کر انہیں گرنے سے بچا سکتے ہو۔

> کتنے انسانوں کی زندگی کی قیمتی پونجی میں گناہوں کی آگ سلگ رہی ہے، تم قرآن و سنت کے حوض سے فہمِ دین کے مٹکے بھر کر اس کو بجھا سکتے ہو۔

> کتنے لوگ جاں بلب ہیں، ان سے اسلامی روح نکلنے کو ہے، تم سلسبیلِ حکمت سے ان کی تشنہ لبی کو دور کر سکتے ہو۔

> کتنے مریض ہیں جو کراہ رہے ہیں، تم معجونِ مدینہ سے انہیں شفایاب بنا سکتے ہو۔

> کتنے اشجارِ یقیں ہیں جن کی کونپلیں بدعقیدگی اور بدعملی کی دھوپ میں جھلس رہی ہیں، تم ان کے لیے ابرِ کرم بن سکتے ہو۔

> گلشن ہائے ایمان میں کتنے لوگ ہیں جنہیں خزاؤں کا سامنا ہے، تم ان کے لیے نسیمِ عشقِ رسول ﷺ بن سکتے ہو۔

اُٹھ کہ ظلمت ہوئی پیدا اُفق کے خاور پر
بزم میں شعلہ نوائی سے چراغاں کردیں
شمع کی طرح جئیں بزمِ گہِ عالم میں
خود جلیں دیدۂ اغیار کو بینا کردیں

آج کے مسلمانو! اس راہ پر چلتے ہوئے ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس دین کی تبلیغ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے طائف کی سختیاں برداشت کیں بدر و حنین کے معرکے ہوئے۔ اس راہ میں کربلا کا مرحلہ بھی آیا۔ آج یہ دین ہمارا مہمان ہے جسے میزبانوں کی بے رغبتی پر کہنا پڑ رہا ہے۔

اجاڑ ہوگئے عہدِ کہن کے مے خانے
گذشتہ بادہ پرستوں کی یادگار ہوں میں

اے مسلمان بھائی! غور سے سُن! رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَّسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا کَمَا بَدَأَ فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاء

(مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۱۴۵)

''اسلام شروع ہوا، پردیسی تھا، پھر ابتدا کی طرح پردیسی ہوجائے گا۔ پس خوشخبری ہے پردیسیوں کے لیے۔''

اسلام پردیسی اور اجنبی ہے، اسے گھر دینا ہم پر فرض ہے۔ اس کے شہروں پر غیروں کا قبضہ ہوچکا ہے۔ اس کی زمین پر اغیار نے پنجے گاڑ لیے ہیں۔ اس کے فرزندگان کا لہو روزانہ گولہ بارود سے بہایا جارہا ہے۔ اس کی بیٹیوں کی عزت لٹ رہی ہے۔ اس کے سپوت ابوغریب اور کیوبا کے پنجروں میں بند ہیں۔ بدخواہ اسلام کی زمین پر قبضہ کرنے پر نہیں رُکے بلکہ مسلمانوں کے ذہن پر قابض ہونے لگے ہیں۔ دیس کو بھی خراب کررہے ہیں، ہماری بیس (Base) کو بھی خراب کررہے ہیں۔ شرم و حیا کا جنازہ اٹھ رہا ہے۔ ٹی۔ وی، وی۔ سی۔ آر۔ زہر اُگل رہے ہیں، ہر طرف فحاشی کے آتش فشاں دہک رہے ہیں۔

اگر ہمارے ملک میں غیروں کا نظام، ہمارے گھروں میں جاہلانہ رسوم، ہمارے تمدن میں غیر اسلامی طرزِ زندگی، ہمارے گرد و پیش میں عریانی و فحاشی، ہماری فضا میں میوزک کا زہر، ہمارے ماحول میں یہود و نصاریٰ کا کلچر اور ہندوؤں کی بود و باش، ہمارے اخلاق میں گھٹیا خصلتیں، ہمارے مزاج میں سفلہ پن، ہمارے دلوں میں ہمارے دشمن کی محبت، ہماری سوچوں میں نام نہاد روشن خیالی، ہمارے دماغوں میں باطل پرستوں پر رشک ہو تو پھر اسلام پردیسی نہیں تو اور کیا ہے؟

جب نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے مقابلے میں باطل نظام، شریعت کے مقابلے میں ثقافت، سنت کے مقابلے میں فیشن، اسوۂ حسنہ کے مقابلہ میں اپنے رسم و رواج کو لاکر کھڑا کردیا جائے تو پھر اسلام پردیسی نہیں تو اور کیا ہے؟

آج معاملاتی اسلام بالکل معطل ہے۔
حدود اللہ کو مشقِ ستم بنایا جارہا ہے۔
شعائرِ اسلام پر حملہ کیا جارہا ہے۔
اسلامی اقدار کو گرد آلود کیا جارہا ہے۔
نظریۂ پاکستان کو زمین بوس کیا جارہا ہے۔

روئے زمین پر ۲۰ لاکھ شہیدوں کے خون سے قائم شدہ مسجد پاکستان کو مندر بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

کیا ہم باطل پرستوں کی چیرہ دستیوں، ان کے حواریوں کی خرمستیوں، امت مسلمہ کی پستیوں اور افراد ملت کی سستیوں کا حصہ بن سکتے ہیں یا اس پر خاموش رہ سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو اُٹھو!

کسی یکجائی سے اب عہدِ غلامی کرلیں
امتِ احمد مرسل ﷺ کو مقامی کرلیں

دیکھو، ہمارا پروردگار جل جلالہٗ فرماتا ہے:

فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَجَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَادًا کَبِیْرًا۔ (الفرقان، آیت: ۵۲)

''تو کافروں کا کہنا نہ مان اور قرآن کے ذریعے ان کے خلاف بڑا جہاد کر۔''

اس مقصد کے لیے چند درد دل اور سوز دروں رکھنے والے حضرات نے چاہا کہ

ملت کے بارے میں احساس اصلاح کو ایک دھارے میں لایا جائے تا کہ قطرہ موج بن سکے۔

حمیت دینی کو کسی ایک کڑاہی میں ڈالا جائے تا کہ یہ شعلہ نوا ہو سکے۔

کچھ کر گزرنے کے متفرق جذبوں کو ایک صحرا میں اکٹھا کیا جائے تا کہ کوئی طوفان برپا ہو سکے۔

رخشندہ صلاحیتوں کے متفرق اجزاء کو مرکب کیا جائے تا کہ کوئی تریاق تیار ہو سکے۔

چنانچہ انفرادی کوششوں کو مجتمع کرنے کے لیے اور کرن کو کرن اور موج کو موج سے ملانے کی غرض سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کی بنیاد رکھی جا رہی ہے۔ یہ ادارہ وقت کی وہ ضرورت ہے کہ اس کے اغراض و مقاصد کو بیان کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ آپ بھی چاہتے ہوں گے۔

۱۔ اُلوہیت و رسالت سے متعلق اعتقادی اور عملی تعلیمات کو اجاگر کیا جائے۔

۲۔ مقاصد قرآن و سنت کو سمجھ کر ان کا آگے ابلاغ کیا جائے اور عالمگیر سطح پر ایمان و عبادات کے ساتھ اسلام کے ''نظریہ ملک'' کو بھی واضح کیا جائے۔

۳۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت کو عام کیا جائے اور ان کی پابندی کا احساس بیدار کیا جائے۔

۴۔ مقبولانِ بارگاہِ ایزدی (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، ملائکہ عظام، اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا وسیلہ جانتے ہوئے ان کے درجات کے لحاظ سے انہیں اپنی محبتوں کا مرکز بنایا جائے اور ان کی ناموس پر پہرہ دیا جائے۔

۵۔ معاملاتی اسلام کی ترویج کی خاطر اور برکاتِ دین سے تمام شعبہ ہائے زندگی کی مانگ بھرنے کے لیے نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے ذہن سازی کی جائے۔

۶۔ عریانی، فحاشی، حرام خوری، بے حیائی، فریب کاری، دغابازی، جھوٹ، خیانت اور ظلم و ستم ایسی بیماریوں سے معاشرے کو پاک کیا جائے۔

۷۔ نام نہاد روشن خیالی کے گندے سیلاب کے سامنے بند باندھا جائے۔

۸۔ تطہیر، اخلاق، تعمیر سیرت، روحانی تسکین اور صفائے باطن کے لیے تربیت گاہوں کا اہتمام کیا جائے۔

۹۔ مزاراتِ اولیاء جو کہ مراکز انوار و تجلیات ہیں، انہیں جہلاء کی غیر شرعی حرکات سے بچایا جائے۔

۱۰۔ یہود و نصارا اور حرکاتِ ہذامہ (اسلام کو نقصان پہنچانے والی تنظیموں) کی سازشوں پر کڑی نظر رکھی جائے اور امت مسلمہ کو ان سے بچانے کے لیے بروقت اقدام کیا جائے۔

۱۱۔ سماجی خدمت کے اسلامی فلسفے کو اجاگر کرتے ہوئے بعض این۔ جی۔ اوز کی سماجی خدمت کی آڑ میں دین مخالف سرگرمیوں کا تعاقب کیا جائے۔

۱۲۔ مذکورہ مقاصد کے حصول کے لیے ان امور پر خود عمل پیرا ہوتے ہوئے گھر گھر یہ پیغام پہنچانے کی خاطر دورِ جدید کے تمام ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لایا جائے۔

اگر آپ واقعی یہ چاہتے ہیں
اگر یہی آپ کا بھی سوزِ دروں ہے
اگر مسلمانوں کی موجودہ زبوں حالی پر آپ کا دل بھی کڑھتا ہے
اگر معاشرے میں بدعقیدگی کی بدبو سے آپ بھی بیزار ہیں
اگر ماحول میں بدعملی کے دھویں سے آپ کو بھی گھٹن محسوس ہوتی ہے
اگر اوروں کی بے حسی پر آپ بھی نالاں ہیں
تو پھر اپنے حصے کا کردار ادا کرنے کے لیے

ادارہ صراط مستقیم میں شمولیت اختیار کیجئے۔ آپ کسی بھی شعبۂ زندگی سے تعلق رکھتے ہوں، قرآن و سنت کا علم تھامئے اور آگے بڑھئے!

جس کے پرتو سے منور رہی تیری شب دوش
پھر بھی ہو سکتا ہے روشن وہ چراغ خاموش

مایوسی کی کوئی بات نہیں۔ ڈاکومنٹس آف دی اسٹریٹ پاتھ (Documents of the Straight Path) ہمارے پاس ہیں۔

ہمارے اسلاف ہی ہر دور میں صبح رنگ و نور کے نقیب رہے ہیں۔ جو لوگ ہمیشہ صراط مستقیم پر جادہ پیما رہے اور فکری و عملی کج روی سے محفوظ رہے، وہ اہلِ سنت و جماعت ہی تھے۔ حرا و صفہ سے لے کر آج تک نظریاتی صداقت کے جھنڈے انہیں کے ہاتھ میں رہے ہیں۔ نور عمل کے چراغ انہیں کی محرابِ حیات میں روشن رہے ہیں۔ علمِ شریعت کی

خدمت اور تدوین و ترتیب کے ماہرین انہیں کی تربیت گاہوں سے اٹھتے رہے ہیں۔ تزکیہ و طہارت کے روحانیت نگر انہوں ہی نے آباد کیے ہیں۔

باطل کو پچھاڑنے والے شیر ہماری کچھاروں سے نکلتے رہے ہیں۔ طوفانوں کے رخ موڑنے والے "ہمالے" ہماری وادیوں میں واقع رہے ہیں۔ خرمنِ الحاد پر گرنے والی بجلیاں ہمارے آسماں سے کوندتی رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے **Favoured** شخصیات کے تسلسل سے ہم مربوط ہیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امام ابوحنیفہ ہوں رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہ تمام ہمارے ہی اسلاف ہیں۔

قرآن و سنت نے صراطِ مستقیم کی ہمیں ہدایت دی ہے یہ حضرات اس صراطِ مستقیم کی شناخت ہیں۔ آؤ اسی فکر کو عام کرنے کے لیے ادارۂ صراطِ مستقیم کے پلیٹ فارم پر اپنا فرض ادا کریں اور اپنے ربِ خالق و مالک اور معبود و مسجود جل جلالہ سے خوشخبری پائیں۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (العنکبوت، آیت:۶۹)

"اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔"

اور اپنے رسول، محبوب و مطلوب اور راحۃ القلوب ﷺ سے یہ انعام پائیں:

فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ وَهُمُ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتِيْ (مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۱۴۵)

پس خوشخبری ہے غرباء کے لیے اور وہ وہ ہیں جو اس چیز کی اصلاح کریں گے جو لوگوں نے میرے بعد میرے طریقے میں بگاڑ پیدا کیا ہوگا۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

والسلام

محمد اشرف آصف جلالی

مکتوب

مکہ مکرمہ، حرم کعبہ شریف، باب الفتح۔۔۔ مدینہ منورہ، مسجد نبوی شریف، باب جبریل علیہ السلام ذوالحج ۱۴۲۷ھ

ترتیب

جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا، لاہور

ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

امام احمد رضا اور تحقیق اہرامِ مصر

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

اللہ تعالیٰ قرآن مجید و فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُو اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔ (التوبۃ: ۱۱۹)

اہل اللہ نے اسی آیت کی روشنی میں باقاعدہ نشستوں کا اہتمام رکھا اور عام و خاص مسلمانوں کو موقع دیا کہ وہ ان کی نشستوں میں آئیں اور جو کچھ وہ نہیں جانتے ہیں اہلِ ذکر، اہلِ علم و عرفان سے معلوم کریں۔ چنانچہ تاریخ پر نظر ڈالیں تو اکثر خانقاہوں میں اس بات کا اہتمام رکھا گیا کہ شیوخ حضرات سے عوام الناس کے رابطے رہے اور ان کی مجالس میں بیٹھ کر علوم و عرفان کے موتیوں سے اپنے دامن بھرے۔ اہل ذوق حضرات نے ان مواقعوں کو ضائع نہیں ہونے دیا اگرچہ اس زمانے میں نہ ٹیپ ریکارڈ تھے نہ ہی C.D وغیرہ کا سسٹم تھا وہ قلم دوات اور دفتر لے کر بیٹھ جاتے ان مجالس یا نشستوں میں جو کلمات ان کی زبان سے جاری ہوتے وہ ان کو قلمبند کر لیتے تاکہ آنے والی نسلیں ان کے ملفوظات، کلمات اور فکر سے استفادہ کر سکیں۔ تاریخ میں ملفوظات کی ایک لمبی فہرست ہے اور یہ ملفوظات ہر زمانے کے لوگوں کے لئے ایک طرف علم و عرفان کا سرمایہ ہوتے ہیں دوسری طرف ہدایات کا سرچشمہ بھی۔ ان ملفوظات میں چند بہت اہم ہیں مثلاً

۱۔ انیس الارواح

ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ دلیل العرفان

ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ فوائد السالکین

ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ راحت القلوب

ملفوظات حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ فوائد الفواد

ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاءٔ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ فیہ مافی

ملفوظات مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ معدن المعانی

ملفوظات حضرت شیخ شرف الدین منیری رحمۃ اللہ علیہ

ایسے ہی ملفوظات میں ایک اہم ترین ''ملفوظ'' امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی کا ہے جس کو آپ کے خلف اصغر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری برکاتی نوری بریلوی علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا کے آخری سالوں کے چند نشستوں کے ملفوظ کو ''الملفوظ'' کے نام سے جمع کیا اور ۱۳۳۸ھ میں شائع بھی کیا۔ یہ ملفوظ ۴ حصوں میں شائع ہوئے تھے اور اب مکمل ایک جلد میں شائع کیے جاتے ہیں۔ یہ ملفوظ صرف ساڑھے تین سال کے دوران جمع کئے گئے تھے۔ حال ہی میں اس کا انگریزی ترجمہ بھی ڈربن، ساؤتھ افریقہ سے شائع ہوا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ حضرت علامہ مولانا عبد الہادی قادری رضوی نوری صاحب نے کیا ہے۔

حضرت مفتی اعظم ہند اس ملفوظ کے دیباچہ میں ملفوظات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اہل اللہ کی زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک اعلیٰ عظیم نعمت ہے۔ انہیں نفوس طیبہ سے عقدہ مالاینحل چٹکی بجاتے حل ہوتے ہیں۔ جنہیں کبھی بھی ناخنِ تدبیر نہ کھول سکے جس سے کیسا ہی مدبر ہو حیران رہ جائے، کچھ بول نہ سکے، جسے میزان عقل میں کوئی تول نہ سکے۔''

آگے چل کر مزید رقمطراز ہیں:

''اسی لئے اسلاف کرام رحمہم اللہ علیہم نے ایسے انفاس قدسیہ کے حالات مبارکہ ومکاتیب طیبہ وملفوظات طاہرہ جمع فرمائے یا اس کا اذن دیا کہ ان کا نفع قیامت تک عام ہو جائے اور ہم ہی مستفید ومحظوظ نہ ہوں بلکہ ہماری نسلیں بھی فائدہ اٹھائیں۔''

مزید آگے چل کر امام احمد رضا کی نشستوں اور صحبت سے متعلق رقم طراز ہیں:

''اب اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس کی بافیض صحبت میں رہنا زیادہ اختیار کیا جس کے بعد خیال ہوا کہ یہ جواہر عالیہ وزواہر غالیہ یونہی بکھرے رہے تو اس قدر مفید نہیں جتنا انہیں سلکِ تحریر میں نظم کر لینے کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔۔۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتا اٹھا اور ان جواہر نفیسہ کا ایک خوش نما ہار تیار کرنا شروع کیا۔۔۔ میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ (عصر تا مغرب کی نشست) کے ملفوظات جمع کروں مگر میری بے فرضی آڑے آئی اور میں اس عالی مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے کیا۔''

امام احمد رضا کے ملفوظات جمع کرتے ہوئے حضرت نے تاریخ کا اہتمام نہ فرمایا جس کے باعث ملفوظات میں تاریخ کا صحیح تعین نہیں کیا جا سکے گا کہ کون سے نشست کب ہوئی۔ ان ملفوظات میں صرف ایک ملفوظ جو ''مینار مصر'' سے متعلق ہے اس کو اس مقالہ کی تحقیق کا بنیادی عنصر بنایا۔ پہلے ملاحظہ کیجئے ملفوظ۔

مؤلف (یعنی مفتی اعظم ہند) مصر کے میناروں کا تذکرہ ہوا، اس پر فرمایا:

ارشاد: ان کی تعمیر حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چودہ ہزار (۱۴،۰۰۰) برس پہلے ہوئی۔ نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذاب طوفان نازل ہوا ہے پہلی رجب تھی، بارش بھی ہو رہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا۔ بحکم رب العلمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی جو ۱۰ رجب کو تیرنے لگی۔ اس کشتی پر ۸۰ آدمی سوار تھے جس میں دو نبی تھے (حضرت آدم وحضرت نوح علیہم السلام)۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتیں بیٹھی تھیں۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا ۳۰ ہاتھ اونچا ہو گیا تھا۔ دسویں محرم کو چھ (۶) ماہ کے بعد سفینہ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا ''سوق الثمانین'' نام رکھا۔ یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل ''موصل'' شہر (عراق) میں واقع ہے۔ اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد ومنارہ باقی رہ گئی تھیں جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اس وقت روئے زمین پر سوائے ان (دو عمارتوں) کے اور عمارت نہ تھی۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے۔

''بنى الهرمان النسر في سرطان''

یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ''ستارہ نسر'' نے ''برج سرطان'' میں تحویل کی تھی، نسر دو ستارے ہیں: ''نسر واقع'' و ''نسر طائر'' اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے ''نسر واقع'' مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازے پر ایک گدھ (نما) کی تصویر ہے اور اس کے پنجے میں کنگچہ (گرگٹ، کھنکھجورہ، بچھو) ہے جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب

''نسر واقع برج سرطان میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی جس کے حساب سے (۱۲۶۴۰) بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑے آٹھ مہینے ہوتے ہیں۔

ستارہ (نسر واقع) (۶۴) چونسٹھ برس قمری (۷) مہینے،

(۲۷) ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب (ستارہ نسر واقع) برج جدی کے سولھویں (۱۶) درجہ میں ہے تو جب سے چھ (۶) برج ساڑھے پندرہ درجے سے زائد طے کر گیا۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی (۵۷۵۰ سال) پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی (سیدنا آدم علیہ السلام) کی آفرینش کو (۷۰۰۰) سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے لاجرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے کہ پیدائش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے (۶۰۰۰۰) ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی ہے۔"

(ملفوظات مجدد ماۃ حاضرہ حصہ اول ص ۴۳۔۴۷) حامد اینڈ کمپنی لاہور

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے مصر کی ان عمارتوں سے متعلق جن کو اہرام مصر کہا جاتا ہے اور جو چوکور مخروطی شکل کے ہوتے ہیں ان کی تعمیر سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے بھی پہلے کی تعمیر بتائی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ ان کی تعمیر انسانوں نے نہیں کی بلکہ حقیقتاً یہ قوم جن کی تعمیر کردہ عمارتیں ہیں، جن کو ملفوظ کے وقت ۱۲۶۴۰ قمری سال ہو چکے تھے۔ اب ملاحظہ کیجئے امام احمد رضا کی تحقیقات سے متعلق تفصیلات ۔مثلاً جن کی پیدائش، جنات کا تعمیری عمل، ستارہ نسر کی چال اور اس سے مصر کی عمارتوں کی تاریخ کا اندازہ وغیرہ وغیرہ۔

۱۔ جنات: قرآن کریم جنات کی پیدائش سے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ○ (الحجر:۲۷)

اور جن کو اس سے (انسان) پہلے بنایا بے دھویں کی آگ سے۔ (کنز الایمان)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ○ (رحمن:۱۵)

اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لو سے (یعنی بے دھویں والے شعلہ سے)

انسان کے ساتھ ساتھ جنوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا۔

وماخلقت الجن والانس الا ليعبدون ○ (الذٰریٰت:۵۶)

اور میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

جنات اللہ کی انسان سے پہلے پیدا کی گئی مخلوق ہے جیسا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اللہ نے فرشتوں اور جنوں کے سردار شیطان (ابلیس) کو حکم دیا کہ جب اس پتلے میں روح ڈال دوں تو تم سب اس کو سجدہ (تعظیمی) کرنا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

واذا قلنا للملٰئكة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابليس ط كان من الجن ففسق عن امر ربه ط افتتخذونه وذريته و اولياء من دوني وهم لكم عدو ط بئس للظلمين بدلا ○ (الكهف۔۵۰)

اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے کہ قوم جن سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔ بھلا کیا اسے اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہوئے اور وہ تمہارے دشمن ہیں ظالموں کو کیا ہی برا بدلہ ملا۔

جنات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں ان میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں، ان کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں، ان کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں اور ابلیس کو "ابوالجن" کہتے ہیں۔ یہ انسانوں کی طرح عمر ذی عقل اور ارواح و اجسام والے ہیں۔ کھاتے پیتے، جیتے اور مرتے ہیں اولاد بھی ہوتی ہے۔ ان میں مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کثیر مقدار کفار جن کی ہے۔

جنات انبیاء کے ماتحت ہوتے ہیں اور انبیاً کے حکم پر وہ انسانوں جیسے کام بھی کرتے ہیں جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنات سے بیت المقدس کی تعمیر کروائی جس کے لئے قرآن شہادت دیتا ہے۔

یعملون لہ ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدورٍ رّٰسیٰت ط ○ (سبا:۱۳)

(جنات) اس کے لئے بنائے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل (عالی شان عمارتیں اور مسجدیں) اور تصویریں اور بڑے حوض کے برابر لگن (ایک بڑی لگن جس میں ہزار آدمی کھانا کھاتے) اور لنگر دار دیگیں (سیڑھیاں لگا کر جن پر چڑھا جاتا اور یہ یمن میں تھیں)۔

اس سے قبل سورہ سبا میں ملکہ بلقیس کا تخت اٹھالانے کے لئے جب سلیمان علیہ السلام نے قوم جن اور انس سے اس بات کا اظہار کیا تو ایک جن بولا

قال عفریتٌ مّن الجن انا اٰتیکَ بہ قبلَ ان تقوم من مقامک وانّی علیہ لقویٌّ امین ○ (سبا:۳۹)

ایک بڑا خبیث جن بولا کہ میں وہ تخت حاضر کردوں گا اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں اور میں بے شک اس پر قوت والا امانت دار ہوں۔

امام احمد رضا کی علمی وسعت کا اندازہ لگانا مشکل ہے آپ نے اسی علمی وسعت اور مطالعہ کی بنیاد پر کہا کہ وہ بلند عمارتیں حضرت انسان سے بنانا بظاہر مشکل کام نظر آتا ہے مگر جنات کیونکہ زیادہ طاقتور قوم ہے اور اس قوم نے بہت سے دنیا میں ایسے کام کیے ہیں ان میں سے ایک کام ان کا تعمیر اہرام مصر بھی ہیں کیونکہ قوم جن انسان سے ۶۰۰۰۰ برس پہلے آباد ہو چکی تھی۔ صاحب روح البیان اپنی تفسیر میں سورہ الحجر کی آیت جو اوپر بیان کی گئی رقم طراز ہیں کہ جنات ۶۰۰۰۰ سال قبل دنیا میں آباد تھے۔ امام احمد رضا نے صاحب روح البیان کے قول کو منقول کیا کہ یہ قوم پہلے سے آباد تھی اور اہرام مصر کی تعمیر فرعونیوں کے زمانے کی نہیں بلکہ آدم علیہ السلام سے بھی پونے چھ ہزار برس قبل کی تعمیر ہے۔

موجودہ تحقیق اہرام مصر سے متعلق ابھی تک شک وشبہ میں ہے کہ ان کی تعمیر کب ہوئی جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے۔

Pyramids, in architecture, monumental structure having a rectangular, usually square, base and triangular sides meeting in a point. Pyramidal buildings are best known from ancient Egypt, where they were used primarily as royal tombs. The earliest true pyramid is the "northern stone pyramid" at Dashur, a few miles south of sakhara. This is thought to have been built by king Snefru, the 1st king of the Dynasty (c.2600 B.C). The webster family Encyclopedia v.15 192.

قاسم محمود صاحب اپنے مرتب کردہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا میں رقمطراز ہیں:

چوکور، مخروطی شکل کی عمارتیں دریائے نیل کی وادی میں پائی جاتی ہیں۔ ان عمارتوں میں فرعونیوں کی لاشیں (ممی) کی صورت میں رکھی ہوئی ہیں۔ ان عمارتوں کو ان بادشاہوں کے مقبروں کی جگہ ہی بنایا جاتا ہے۔ اس قسم کی عمارتوں کے نمونے مصر کے علاوہ سوڈان، ایتھوپیا، مغربی ایشیا، یونان، قبرص، اٹلی، ہندوستان، تھائی لینڈ، میکسکو وغیرہ میں بھی ملتے ہیں۔

(سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ص ۲۶۲)

امام احمد رضا ان اہرام مصر کی تعمیر کو فرعونیوں یا اس سے قبل ہی نہیں بلکہ انسانوں کی پیدائش سے بھی پہلے کی قرار دیتے ہیں اگر اس سلسلے میں مزید دنیاوی علوم کے مطابق تحقیق کی جائے تو مجھے امید ہے کہ وہ ان تعمیر کو کم از کم آدم علیہ السلام سے ۶۰۰۰ سال قبل لے جائیں گے۔

احقر مسلمان اسکالرز سے امید رکھتا ہے کہ وہ اس تحقیق کی جستجو کو

آگے بڑھائیں گے۔ احقر امام احمد رضا کی تحقیق کو آنکھ بند کر کے مان لینے کو تیار ہے۔ اس لئے کہ امام احمد رضا کوئی بات بغیر تحقیق کے نہیں لکھتے کہ وہ عبث ہو جائے گی اور امام احمد رضا کی انفرادیت یہ ہے کہ کبھی ان کو تحقیق واپس لینے کی ضرورت پیش نہ آئی کہ جس کو اللہ جل جلالہٗ اور اس کا رسول ﷺ علم بخشیں وہ کیونکر غلطی کرسکتا ہے۔

امام احمد رضا نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے قول "بـنـی الهرمان النسر فی سرطان" کو بنیاد بناتے ہوئے ستارہ نسر کی چال پر ان عمارتوں کی تاریخ ۱۲۶۴۰ مرتب فرمائی ہے۔ آیئے اس بات کی تحقیق کو سمجھتے ہیں کہ کس طرح امام احمد رضا نے یہ تاریخ مرتب فرمائی ہے۔

ستارہ نسر عربی لفظ ہے اور اسم مذکر ہے اور عموماً اس کی شکل گدھ نما پرندے جیسی ہوتی ہے۔ ستارہ نسر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک کو "نسر واقع" اور دوسرے کو "نسر طائر" کہتے ہیں۔

نسر طائر: ایک ستاروں کے گچھے کا نام جس کی شکل ایک پر پھیلائے ہوئے اوپر کی طرف اڑنے والے گدھ سے مشابہ ہے۔ یہ ستارہ منطقۃ البروج سے جانب شمال ہے۔

نسر واقع: اس ستارے کی صورت دو اور ستاروں کے مل جانے سے جو اس کے دونوں پہلوؤں میں ہیں ایسی ہو گئی ہے جیسے گدھ کند سے جڑے ہوئے اوپر سے نیچے کی طرف آرہا ہے یہ ستارہ قطب جنوب کی طرف ہے۔

منطق البرج: عربی لفظ اسم مذکر ہے۔ یہ وہ بڑا دائرہ ہے جس پر آسمانی ۱۲ برج واقع ہیں۔

برج: کسی بھی سیارہ کا گھر یا مقام یا منزل

برج کی تعداد: یہ ۱۲ ہوتے ہیں اور ان کی ترتیب مندرجہ ذیل ہوتی ہے۔

• حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس جدی، دلو اور حوت۔

(مولوی سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ مطبوعہ اردو سائنس بورڈ)

قرآن کریم میں ان برجوں سے متعلق نشاندہی کئی مقام پر ہے ملاحظہ کیجئے:

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ ۝ (الحجر۔ ۱۶)

اور بے شک ہم نے آسمان میں برج بنائے (جو کواکب سیارہ کے منازل ہیں) اور دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ۝ (فرقان۔ ۶۱)

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور ان میں چراغ رکھا اور چمکتا چاند۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے بروج سے یہاں کواکب سبعہ سیارہ کے منازل مراد ہیں جن کی تعداد ۱۲ ہے۔

(حاشیہ خزائن العرفان)

امام احمد رضا کواکب سبعہ کی حرکت سے متعلق اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر رقم طراز ہیں:

"ہمارے نزدیک کواکب کی حرکت نہ طبیعہ ہے (کہ فطرتاً گھوم رہا ہے) اور نہ تبعیہ ہے کہ کسی کی پیروی میں گھوم رہا ہو بلکہ خود کواکب بامرِ الٰہی وتحریک ملائکہ آسمانوں میں دریا میں مچھلی کی طرح تیرتے ہیں۔

آگے چل کر رقمطراز ہیں:

ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان کہ قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ۝ (فاطر۔ ۴۱)

بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمینوں کو کہ ہٹ نہ جائیں اور جو وہ ہٹ جائیں تو خدا کے سوا انہیں کون روکے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۳۰ ص ۱۱۳۔۱۱۴)

اب ملاحظہ کیجئے بروج کی ترتیب اور منازل

شمال
حمل
ثور
حوت
0
15
30
جوزا
دلو
ب
ستارہ نسر واقع
سرطان
الف
جدی
اسد
قوس
سنبلہ
عقرب
میزان
جنوب

شکل نمبر ۱

تعمیر عمارت
اہرام مصر
۱۶۴۰ سال
نسر واقع
سرطان
جدی
۱۹۳۷ سال
اسد
قوس
سنبلہ
عقرب
میزان

شکل نمبر ۲

اس شکل میں الف وہ مقام ہے جہاں ستارہ نسر واقع اس وقت تھا جب وہ عمارتیں بنائی گئیں پھر اس کی منزلیں شروع ہو جاتی ہے چھٹی منزل اس کی جدی ہے اور اس کے بعد ب والا نشان نسر واقع کی اس جگہ نشاندہی کر رہا ہے۔ جس وقت امام احمد رضا نے تذکرہ کرتے ہوئے غالباً ۱۳۳۵ـ۱۳۳۸ھ کے درمیان نسر واقع کی جگہ بتائی تھی۔ اس وقت تک نسر واقع ۶ بروج کے ساتھ ساتھ اگلے بروج یعنی جدی کے بعد ساڑھے ۱۵ درجے اور آگے جا چکا تھا۔ اس وقت کا تعین امام احمد رضا کا ۱۲۶۴۰ قمری برس تھا ملاحظہ کیجئے اس کی تفصیل:

ایک برج سے دوسرے برج کے درمیان ۳۰ درجے ہیں۔
ستارہ نسر واقع کی چال ایک درجے سے دوسرے درجے میں یعنی فی درجہ ۶۴ سال ۷ مہینے اور ۲۷ دن ہیں۔

شکل نمبر ۲ میں نسر واقع کی چال بتائی گئی ہے کہ ایک درجے سے دوسرے درجہ میں اور پھر ایک بروج سے دوسرے بروج میں امام احمد رضا نے لگ بھگ ۱۳۳۵ھ میں نسر واقع کی مکمل چال تعمیر کے بعد سے لے کر جو بتائی وہ ۶ برج (سرطان سے شروع ہو کر اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس اور جدی) اور اس کے بعد ساڑھے پندرہ درجے ہے۔ اس منزل تک ۱۲۶۴۰ سال اور ساڑھے آٹھ مہینے بنتے ہیں۔

ایک برج سے دوسرے برج میں پہنچنے کے لئے لگ بھگ ۱۹۳۷ برس لگتے ہیں۔

ایک درجہ سے دوسرے درجہ کے لئے رفتار ۶۴ سال ۷ مہینے ۲۷ دن
اس کو ۳۰ سے ضرب دیں ۳۰×۲۷ (دن) ۷×۶۴ (مہینے) ۶۴×۳۰ (سال)

لہٰذا ایک برج سے دوسرے برج کے لئے مندرجہ ذیل وقت سامنے آتا ہے۔ نسر کی رفتار برج سے برج کی طرف

۱۹۳۷ سال ۸ مہینے ۳ دن

۶ برج کا وقت نکالنے کے لئے اس کو مزید ۶ سے ضرب دیں گے۔

۲۷ دن	۷ مہینے	۶۴ سال
۲۷x(۶x۳۰)	۷x(۶x۳۰)	۶۴x(۶x۳۰)
۲۷ x ۱۸۰	۷ x ۱۸۰	۶۴ x ۱۸۰
۴۸۶۰	۱۲۶۰	۱۱۵۲۰

اب دنوں کے مہینے اور پھر مہینوں کے سال بنانے کے بعد جو وقت آئے گا وہ یہ ہوگا

۴۸۶۰/۳۰	۱۲۶۰	۱۱۵۲۰
۱۶۲	۱۲۶۰	۱۱۵۲۰
-	۱۲۶۰ + ۱۶۲	۱۱۵۲۰
-	۱۱۸.۵	۱۱۵۲۰
	.۵	۱۱۵۲۰+۱۱۸
	.۵	۱۱۶۳۸

اب ساڑھے پندرہ درجے کے لئے ایک درجہ کی رفتار سے ضرب دے کر جو حاصل ہوگا وہ ملاحظہ کیجئے۔

۲۷ دن	۷ مہینے	۶۴ سال
(۲۷x۱۵.۵)	(۷x۱۵.۵)	(۶۴x۱۵.۵)
۴۱۸.۵	۱۰۸.۵	۹۹۲
-	۱۰۸.۵+۱۴	۹۹۲
-	۱۲۲.۵	۹۹۲
-	۱۰.۵	۹۹۲+۱۰
-	۱۰.۵	۱۰۰۲

کل میزان ۱۱۶۳۸+۱۰۰۲=۱۲۶۴۰ (سال)

امام احمد رضا نے اگر یہ حساب ۱۳۳۵ھ میں لگایا تھا تو اس وقت یہ قمری اعتبار سے ۱۲۶۴۰ سال بنے تھے اور اگر اس میں ۹۳ قمری سال اور جوڑ دیے جائیں ۲۰۰۷ء کے اعتبار سے ان عمارتوں کو بنے ہوئے ۱۲۷۳۳=(۹۳+۱۲۶۴۰) سال ہو چکے ہیں ان قمری سالوں کو عیسوی سالوں میں بھی تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے ۱۲۷۰۰ قمری سالوں کو ۱۱ سے تقسیم کر دیں کیونکہ قمری اور عیسوی سال میں لگ بھگ ۱۱ دن کا فرق رہتا ہے۔

۱۲۶۴۰/۱۱ = ۱۱۴۹

اب ۱۱۴۹ سالوں کو قمری سے کم کر دیں:

۱۲۶۴۰-۱۱۴۹ = ۱۱۴۹۱

اب ۱۱۴۹۱ میں سے ۲۰۰۷ء کم کر دیں تو عیسوی اعتبار سے مندرجہ ذیل سال بنیں گے۔

۱۱۴۹۱ - ۲۰۰۷ = ۹۴۸۴

لہٰذا امام احمد رضا کی تحقیق سے قمری اعتبار سے یہ ۱۲۶۴۰ سال بنتے ہیں اور عیسوی اعتبار سے ۹۴۸۴ سال قبل مسیح بنتے ہیں۔

امام احمد رضا نے سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کا تخمیناً ۷۰۰۰ برس کے قریب لگایا ہے اس اعتبار سے پیدائش آدم سے پہلے ان کی تعمیر ہوئی جو کہ مندرجہ ذیل سال بنتی ہے

سال ۵۶۴۰ = ۱۲۶۴۰-۷۰۰۰

امام احمد رضا نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش ۷۰۰۰ برس قبل بتائی ہے اور جنات سیدنا آدم علیہ السلام سے بھی ۶۰۰۰۰ سال قبل دنیا میں آباد تھے۔ یہ دونوں باتیں بھی قابل تحقیق ہیں۔ اگر احقر کو موقعہ ملا اور تحقیقی مواد حاصل ہوگیا تو ثابت کرے گا کہ امام احمد رضا کے یہ دونوں حساب بھی بالکل درست ہیں۔

قارئین کرام ایک بات آپ محسوس کر رہے ہوں گے کہ امام احمد رضا جس وقت ان ملفوظات کو بیان کر رہے تھے ان کے سامنے کوئی Data نہیں تھا کہ وہ اس کو دیکھ کر بتا رہے ہوں۔ یہ اللہ کا ان پر کرم خاص تھا کہ ہر چیز ان کو زبانی از بر تھی اور بڑے سے بڑے سوالوں کو وہ اس طرح فی البدیہہ حل کر دیا کرتے تھے یہاں بھی انھوں نے ۱۲۶۴۰ سال آٹھ مہینے جو تاریخ بیان کی وہ زبانی بیان کی ہے۔ امام احمد رضا کے علم کو دیکھ کر اس بات کا پختہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ جسے چاہے علم لدنی عطا فرمادے۔

امام احمد رضا کا اسلوبِ تحقیق

علامہ مولانا مفتی ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

امام احمد رضا کی کوئی بھی تصنیف سرسری قسم کی نہیں ہے، ان کے قلم میں بحر او قیانوس جیسی گہرائی موجود ہے۔ اسلوب تحقیق بہت بلند ہے، انہوں نے سلف محققین کے وضع کردہ اصولوں کو برتا ہے، اپنی تحقیق پیش کرتے وقت ان اصولوں پر بحث کی ہے۔ انہوں نے اصول تحقیق کو نہ صرف یہ کہ پیش نظر رکھا ہے، بلکہ اس کا زکو آگے بڑھایا اور مزید اصول و قواعد وضع بھی کیے ہیں۔ تصدیق کے لئے تفصیل آگے آتی ہے۔ محققین سلف کے اصول تحقیق پر جو انہوں نے بحث کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے۔

صحت نسخ:

۱۔ کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہونا، اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں، بہت سے رسالے خصوصاً اکابر چشت کے نام منسوب ہیں، جس کا اصلاً ثبوت نہیں۔ ا

۲۔ کسی کتاب کا ثابت ہونا، اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں، بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں، جن کا مفصل بیان ''الیواقیت و الجواہر'' امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ۲

اتصال سند:

۱۔ علماء کے نزدیک ادنیٰ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لئے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقات ہو۔ ۳

۲۔ اگر ایک اصل تحقیقی معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے۔ تو یہ بھی کافی ہے۔ یعنی اصول معتمدہ متعددہ سے مقابلہ زیادت احتیاط ہے۔ یہ اتصال سند اصل وہ شی ہے، جس پر اعتماد کر کے مصنف کی طرف نسبت جائز ہو سکے۔ ۴

تواتر:

۱۔ کتاب کا چھپ جانا، اسے متواتر نہیں کر دیتا، کہ چھاپہ کی اصل وہ نسخہ ہے، جو کسی المباری میں ملا، اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی۔ ۵

۲۔ متعدد بلکہ کثیر وافر قلمی نسخ کا موجود ہونا بھی ثبوت قطعی کو بس نہیں، جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخ جدا جدا اصل مصنف سے نقل کئے گئے، یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوئے، ورنہ ممکن کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہوا اور یہ ان سے نقل در نقل ہو کر کثیر ہو گئے۔ ۶

تداول:

۱۔ متاخرین نے کتاب کا علماء میں ایسا مشہور و متداول ہونا، جس سے اطمینان ہے کہ اس میں تغیر و تحریف نہ ہوئی، اسے بھی مثل اتصال سند جانا'' ۷

۲۔ تداول کا یہ معنیٰ کہ کتاب جب سے اب تک علماء کے درس و دریس یا نقل و تمسک یا ان کے مطمح نظر رہی ہو، جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات و مقالات علماء کے زیر نظر آچکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کئے۔'' ۸

۳۔ زبان علماء میں صرف وجود کتاب کافی نہیں، کہ وجود و تداول میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ۹

احتیاط نقل واستدلال:

۱۔ علماء نے فرمایا: جو عبارت کسی تصنیف کے نسخ میں ملے، اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے، یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا اور ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے، یونہی اس ناقل تک، جب تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا، ورنہ نہیں۔ ۱۰

۲۔ اس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخۂ مصنف یا اور ثقہ سے کیا، وسائط زیادہ ہوں، تو سب کا اسی طرح کے معتمدات ہونا معلوم ہو، تو یہ بھی ایک طریقۂ روایات ہے اور ایسے نسخہ کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز۔ [۱۱]

یہ چند اصول تحقیق ہیں، جن کا لحاظ نہ کیا جائے، تو کوئی بھی تحقیق جسد بے روح قرار پائے، اور اس سے جو غلط نتائج برآمد ہوں گے، وہ زمانوں گمراہ کن ہوں گے۔ امام احمد رضا اس امر میں حد درجہ محتاط و متدین تھے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

تحقیق میں صحت نسخہ اور صحت متن کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ ''فتاویٰ تاتارخانیہ'' کی ایک عبارت میں انہیں شبہ ہوا، عبارت یہ ہے:

ومعه من الماء قدر مايتو ضؤ به فانه تييم ولا يتو ضؤ به فانه تييموالا يتو ضئو به لانه لما مر [۱۲]

ان کے پاس کتاب مذکور کے چار نسخ تھے، ان سب میں عبارت یوں تھی)۔ و معه من الماء قدر ما يتو ضئو به لانه يتو ضئو كما مرّ، ان کا التباس یہ تھا کہ یہاں الفاظ حکم '' فانه متميم ولا يتو ضئو به'' ساقط ہیں، جو چاروں نسخوں میں طباعت کی غلطی ہے۔ اب انہیں قلمی نسخوں کی تلاش ہوئی۔ اگرچہ عبارت کو اپنے فہم ووجدان سے صحیح سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ ایک خط میں لکھتے ہیں:

''فتاویٰ امام قاضی خان فصل ما يجوز به التيمم، اس مسئلہ میں جب هتمم للنهر و صلى ثم احدث (اى قوله معه ماء يكفى لِلا غتسال نتيمم،

جتنے نسخ مطبوعہ ہیں۔ سب میں عبارت ناقص و مختل ہے، مصر، کلکتہ، لکھنؤ تینوں کے چھاپے کے علاوہ اگر وہاں کوئی قلمی نسخہ یا اور کسی مطبع کا ہو۔ اس سے پوری عبارت نقل کر کے بھیجیے۔'' [۱۳]

(مکتوب بنام مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی عظیم آبادی۔ محررہ ۲۲ رجب ۱۳۳۴ھ)

چنانچہ ملک العلماء مولانا سید محمد ظفر الدین رضوی نے خدا بخش لائبریری پٹنہ سے دو دو قلمی نسخوں سے زیر بحث مسئلہ کی پوری عبارت نقل کر کے بھیجی، اس سے پہلے انہوں نے لکھنؤ سے بھی ایک خطی نسخہ منگوایا، ان تینوں نسخوں میں عبارت و الفاظ ویسے ہی ہیں، جیسا کہ انہوں نے اپنے فہم سے سمجھا تھا۔ دیکھیں؟ وہ لکھتے ہیں:

''فقیر کے پاس ''خانیہ'' کے چار نسخے ہیں، ایک مطبع السلام کا مطبوعہ ۱۲۷۲ھ یہ، اس کے جلد اول نہیں، دوسرا مطبوعہ کلکتہ ۱۸۳۵ء جسے اسی (۸۰) برس ہوئے، تیسرا مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ کہ ''ہاش ہندیہ'' پر ہے، چوتھا مطبع مصطفائی ۱۳۱۰ھ، جس کے ہامش پر سراجیہ ہے، عجب کہ ان سب میں '' و معه ماء قدر ما يتضنو به'' کے بعد الفاظ حکم ساقط ہیں۔ اس کے بعد ''لانه لمامر'' تعلیل ہے، عجب نہیں کہ مصری و مصطفائی دونوں نسخے اس نسخۂ کلکتہ سے نقل ہوئے ہوں، جس میں عبارت چھوٹ گئی۔ اگرچہ خود فحوائے عبارت نیز مشاہدہ امام احمد کتاب اصل سے کہ بعونہ تعالیٰ افادات میں آتا ہے۔ الفاظ ساقطہ ظاہر تھے کہ '' فانه تيمم ولا يتوضئو به'' ہوں گے۔ کاتب کی نظر ایک '' لايتوضئو به'' سے دوسرے کی طرف منتقل ہوگئی، بحمدہ تعالیٰ نسخۂ قدیمہ سے اس کی تصدیق ہوگئی۔ چند سال ہوئے۔ فقیر کے پاس ایک پرانا قلمی نسخہ لکھنؤ سے آیا تھا۔ اس میں بعینہ عبارت یونہی تھی، جس طرح فقیر نے خیال کی '' ومعه من الماء قدر مايتوضئو به فانه يتميم ولا يتوضوبه لانه لما مر '' الخ۔

اس کے بعد ولد عزیز ذوالعلم والتمیز فاضل بہار مولوی محمد ظفر الدین وفقہ اللہ تعالیٰ لحمایۃ الدین ونکایۃ المفسدین بجعلۂ کاسمہ ظفر الدین اپنے زمانۂ مدرسی مدرسہ شمس الہدیٰ بانکی پور میں عظیم آباد کے مشہور کتب خانہ خدا بخش خان سے ایک بہت قدیم قلمی نسخہ مکتوبہ ۹۰۰ھ سے کہ جسے لکھے ہوئے ۴۳۵ برس ہوئے، یہ مسئلہ نقل کر کے بھیجا۔ اس میں بھی یہی صحیح عبارت ہے۔ '' و معه ماء قدر مايتوضئو به انه يتيمم ولا يتوضئوبه لانه لما مر الخ''

دوسری نقل کا ایک نسخہ مکتوبہ ۹۲۷ھ سے بھیجا، جسے ۴۰۸ برس ہوئے۔ اس میں یوں ہے: "و معه ماء قدر ما يتوضئو به فانـه متيـمـم لانه لما مر الخ" اس کا بھی حاصل وہی ہے۔ کمالا یخفی" ۱۴

اس ایک مثال سے اس امر کا اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ ان کا اسلوبِ تحقیق کتنا بلند تھا۔ انہوں نے کوئی بات بے تحقیق، بلا ثبوت لکھی نہ کہی۔ جو کچھ کہا، جو کچھ لکھا، دلیل سے کہا، تحقیق سے لکھا، کہ کسی کو لب کشائی کی گنجائش نہ رہی، غالباً اس وجہ سے شیخ محمد مختار بن عطارد الجاوی مسجد حرام، مکہ معظمہ نے انہیں "خاتم المحققین" اور "سلطان العلماء المحققین" ۱۵ کے لقب سے یاد کیا۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی فرنگی محلی (پ ۱۱۴۴ھ/م ۱۲۳۵ھ) کی شرح فقہ اکبر چھپی اور ان کی نگاہ سے گذری، تو پہلے ہی دن پہلی ہی نظر میں ایک عبارت کے اندر معلوم ہوا کہ کچھ چھوٹ گیا ہے، لہٰذا صفحہ و سطر کی قید سے حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محل کو خط لکھا کہ:

"ایک حاجت ضروری گذارش، شرح فقہ اکبر حضرت مولانا بحر العلوم قدس سرہ میرے پاس آگئی، آج اسے دیکھا، ص ۴۰ پر سطر ۱۹ سے ثلث سطر ۲۱ تک "وسیر اہل سماء افضل از اہل سماء" سے "نعوذ باللہ منہا" تک عبارت میں بظاہر سقط معلوم ہوتا ہے۔ امید کہ صحیح نسخہ قلمیہ سے اور اگر خاص دستخطی حضرت شارح قدس سرہ ہو، تو از ہمہ اولیٰ، یہ عبارت صحیح تحریر فرما بھیجیں، باعث ممنونی ہوگا، والتسلیم" ۱۶

حضرت مولانا عبد الباری نے ۲۸ رشوال کو جواب لکھا کہ:

"میں سندھ کے لئے پا بہ رکاب ہوں، اس لئے جناب والا کے ارشاد کی شرح فقہ اکبر کے بارے تعمیل نہ ہوسکی، زیادہ آداب" ۱۷

(مکتوب امام احمد رضا بنام مولانا عبد الباری فرنگی محلی محررہ ۲۸ رشوال ۱۳۳۹ھ)

حضرت مولٰنا موصوف سندھ سے واپس تشریف لائے تو امام احمد رضا نے اس کی یاد دہانی کرائی اور اصلاح و نظر ثانی کی تمنا کا اظہار کیا، الفاظ یہ ہیں:

"اب تو آپ تشریف لے آئے۔ عبارت شرح فقہ اکبر اصل نسخہ سے مطابق فرما کر اب عنایت ہو، نیز ص ۴۸ سطر اول میں ہے "اجماع خلاف حضرت امیر المؤمنین قطعی و اجماع خلاف ظنی" یہاں بھی کچھ الفاظ رہ گئے ہیں، اس کی بھی تکمیل عنایت ہو۔ حیف! کہ ایسی کتاب اور اتنی غلط چھپے؟ جا بجا مطلب خبط ہو گئے، جا بجا شود کا نشود، اور نشود کا شود ہے۔ اس کو تصحیح کامل کے ساتھ چھپوانا اعظم حسنات سے ہے۔ یہ آپ کے ہاتھ میں ہے، یا اصل نسخہ عاریۃً مجھے عنایت ہو، تو میں باذنہٖ تعالیٰ اس خدمت کا شرف لوں، والتسلیم" ۱۸

(مکتوب امام احمد رضا بنام مولٰنا عبد الباری، محررہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ)

یہ ہے ان کا معیار مطالعہ اور نگاہ تحقیق، جو انہیں قلمی نسخوں کی تلاش پر مجبور کر دیتی ہے، جب تک وہ خود مطمئن نہیں ہو جاتے، استدلال و استناد سے اجتناب کرتے ہیں۔ اس سے ان کے نقل و استناد میں احتیاط و دیانت کا پتہ چلتا ہے۔

ذہانت، زود نویسی اور کثرتِ حوالہ جات:

امام احمد رضا کی سیرت، سوانح، علوم، تصانیف اور خدمات پر جو کتب و مقالات لکھے گئے ہیں، ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد بھی ایک ہزار سے زیادہ تک پہنچ چکی ہے، ان کتب و مقالات کے صفحوں پر بالعموم یہ تذکرہ ملتا ہے کہ وہ بڑے ذہین اور نہایت فطین تھے، طبیعت غضب کی اخاذ تھی، دماغ بلا کا جوال اور قلم ایسا سیال تھا، جیسے پہاڑ کی چوٹی سے پانی کا بہتا ہوا دھارا، ذہانت اور قوت یادداشت کا مظاہرہ ان کے بچپن سے ہی ہونے لگا تھا، ان کے استاذ انہیں ابتدائی کتب پڑھاتے تو ایک دو مرتبہ دیکھ کر کتاب بند کر دیتے، اور جب سنانے لگتے، تو حرف بہ حرف اور لفظ بہ لفظ فر فر سناتے، یہ کیفیت دیکھ کر متعجب ہو کر استاذ نے پوچھا، احمد میاں! یہ تو کہو، تم آدمی ہو، یا جن، کہ مجھے پڑھاتے دیر لگتی ہے، مگر تمہیں یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ ۱۹

ان کی سیرت و ذہانت کا یہ واقعہ بھی باوثوق ذرائع سے نہایت

مشہور ہے کہ انہوں نے صرف ایک ماہ کی چھوٹی سی مدت میں قرآن کریم نہ صرف حفظ کرلیا، بلکہ محراب میں کھڑے ہو کر تراویح بھی سنا دی۔۲۰ ایک دفعہ وہ مشہور استاذ حدیث مولانا وصی احمد محدث سورتی سے ملنے پیلی بھیت گئے، تو کم وبیش چوبیس گھنٹے میں "عقود الدریہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ" کی دو جلدیں مطالعہ کرکے واپس کرنے لگے، تو محدث موصوف نے کہا "ملاحظہ فرمالیں، تو بھیج دیں" انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دو تین مہینے تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتویٰ میں لکھ دوں گا، اور مفہوم تو عمر بھر کے لئے محفوظ ہوگیا۔ ۲۱

اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے نوٹ کہ اس زمانہ میں نو ایجاد تھا، کے بارے میں عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا، جبکہ آپ کا موقف جواز کا تھا، "کفل الفقیہ الفاهم فی احکام القرطاس والدراهم" آپ نے مکہ مکرمہ میں لکھی، اس میں گیارہویں سوال کے جواب میں آپ نے ان کا رد پندرہ وجوہ سے کیا ۲۲، اور یہ محض قوت حافظہ کا کرشمہ تھا، ورنہ وہاں ان کا فتویٰ آپ کے پیش نظر نہ تھا، خود آپ لکھتے ہیں: ان کا فتویٰ اگرچہ وہاں موجود نہ تھا، مگر اس کا مضمون ذہن میں تھا، بفضلہٖ تعالیٰ گیارہویں مسئلہ میں اس کا وافی وشافی رد گذرا، کہ مصنف کو کافی اور اوہام کا نافی ہے، وللہ الحمد، ۲۳ جب آپ وطن لوٹے تو فتویٰ کی طرف مراجعت ہوئی، اور بیس وجوہ سے ان کی تنقید فرمائی۔ ۲۴

ایک دفعہ انہیں مرض اسہال نے آلیا، تو ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے مطلقاً منع کردیا۔ مگر ان کے دل میں فرض منصبی، اس کے تقاضے اور خدمت خلق کا جذبہ سرد نہ پڑا۔ اور وہ اپنے یہاں موجود مفتیوں اور حاضر باشوں کو آئے ہوئے سوالات ومکتوبات کے جوابات حسب معمول لکھواتے رہے، اور پھر "مجھ سے فرماتے، الماری سے فلاں جلد نکالو، اکثر کتابیں مصری ٹائپ (جو باریک ہوتے ہیں) کی کئی کئی جلدوں میں ہوا کرتی تھیں۔ مجھ سے فرماتے، اتنے صفحے لوٹ لو، اور فلاں صفحے اتنی سطروں کے بعد یہ مضمون شروع ہوا ہے۔ اسے نقل کردو، میں وہ فقرہ دیکھ کر پورا مضمون لکھتا، اور سخت متحیر ہوتا کہ وہ کون سا وقت ملا تھا کہ جس میں صفحہ اور سطر گن کر رکھے گئے تھے، غرضیکہ ان کا حافظہ اور دماغی باتیں ہم لوگوں کی سمجھ سے باہر تھیں۔" ۲۵

ع آفریں ہے اس ذکاء وفہم پر

ان کی سیرت وشخصیت کے اوراق اس قسم کے محیر العقول واقعات سے بھرے بھرے دکھائی پڑتے ہیں۔ یہاں سب یا اکثر کا نقل واعادہ بھی طول مضمون کا باعث ہے۔ جنہیں اشتیاق ہو، اصل کتب کی طرف رجوع کریں، اب آخر میں ان کا ایک اور رخ ملاحظہ کریں، وہ خطاط وخوش خط بھی تھے، خط نسخ، خط نستعلیق اور خط شکستہ سے ان کی انگلیاں اس قدر مانوس تھیں۔ قلم کو حرکت ہوتی اور تراشے ہوئے الفاظ نگینوں کی طرح سج سنور کر نکلتے اور سینۂ قرطاس پر خود بخود جڑتے چلے جاتے۔ علماء کی صف نعال میں بیٹھنے کا آرزومند غلام جابر شمس مصباحی کے پاس پچاسوں تصانیف ومکتوبات ونوادرات ہیں۔ بعض عکس نوادرات میں شامل کئے جاتے ہیں۔ دیکھ کر دہاں کہنا پڑے گا کہ میری باتوں میں مبالغہ ہرگز نہیں ہے، ان کے اولین سیرت نگار لکھتے ہیں:

"یہ فضل وکمال اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے تھا، کہ جس درجہ فضل وعلم میں کمال تھا، اسی درجہ نسخ، نستعلیق، شکستہ خط بھی نہایت عمدہ تھے، اور حد درجہ گھٹا ہوا تحریر فرماتے تھے۔" ۲۶ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی کی مطبوعات ونشریات جنہوں نے دیکھی ہیں، انہیں یہ اندازہ ضرور ہوگا کہ بہت سے رسائل وکتب کاتب سے کتابت کرائے بغیر صرف ان کی خوش خطی وخوش رقمی کی بنیاد پر چھاپ دیئے گئے تھے، اتنے وہ زریں رقم اور خوش نوشت تھے، ان کے لکھنے کی جو رفتار تھی، وہ انتہائی تیز تھی، زود نویس تھے وہ، ان کی زود نویسی اور سرعت نگارش دیکھ کر ہندوستان کے علماء حیران وششدر رہ جاتے اور مشائخ حجاز اقدس کی بابرکت زبانوں پر آفریں کی صدائیں بلند ہونے لگتیں۔

سرعتِ تحریر کے متعلق حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف لکھتے ہیں:

"وہ بہت زود نویس تھے، چار آدمی نقل کرنے بیٹھ جاتے اور حضرت ایک ایک ورق تصنیف کر کے انہیں نقل کرنے کو عنایت فرماتے، یہ چاروں نقل نہ کر پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا" ۲۷

یہ تھی مختصر سی گفتگو ان کی قوت یادداشت کی اور سرعت تحریر کی۔

ان کی نگارشات و کاوشات کی ایک نمایاں خصوصیت حوالوں کی کثرت بھی ہے، اور ہر وہ فن جس میں وہ لکھ رہے ہوتے ہیں کے متون و شروح و حواشی سے اپنے مدعا و موقف پر دلائل کا پہاڑ کھڑا کر دیتے ہیں۔ کیا وہ صرف نقل اقوال کرتے چلے جاتے ہیں، نہیں، بلکہ ان میں توفیق و تطبیق بھی دیتے ہیں اگر وہ متعارض ہیں اور اگر کہیں شرعی یا فنی جھول ہے، تو وہاں وہ یوں تشریح و تنقیح کرتے ہیں کہ علم و فن کی روح جھوم جھوم اٹھتی ہے۔ بسا اوقات ان کے قلم سے کچھ ایسے اصول و قواعد نکل آتے ہیں، کہ وہ ان میں موجد یا کم از کم انفرادی شان لئے نظر آتے ہیں۔ غرض مجتہدانہ و موجدانہ قوت و بصیرت اور شہ زور قسم کی دلیل و حجت سے قاری و سامع کو مطمئن کر دیتے ہیں۔ پروفیسر محمد مسعود احمد کہتے ہیں:

"وہ اپنے علمی مقالات و رسائل اور کتب کو عقلی اور نقلی دلائل و شواہد سے ایسا مزین کرتے ہیں کہ قاری مطمئن ہو جاتا ہے اور تشنگی محسوس نہیں ہوتی۔ ان کا ایک رسالہ " شرح المطالب فی بحث ابی طالب" ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء ۵۷ صفحات پر مشتمل ہے، مگر اس میں ایک سو تیس کتابوں کے حوالے موجود ہیں۔ ان کی علمی تحقیقات کی یہی شان ہے۔ ان کی قوت حافظہ بہت تیز تھی، ان کا قلم بھی سیل رواں کی طرح چلتا تھا" ۲۸

کچھوچھہ مقدسہ کے صوفی صافی، صحافی عالم و بزرگ سید محمد جیلانی اشرف علیہ الرحمۃ اپنے فکر انگیز اداریہ میں تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"امام احمد رضا نے تقریباً ۶۵ علوم و فنون پر ایک ہزار کتب و رسائل تصنیف فرمائیں۔ عشق و ایمان سے بھرپور ترجمۂ قرآن دیا۔ بارہ ہزار صفحات پر مشتمل فقہی مسائل کا خزانہ "فتاویٰ رضویہ" کی شکل میں عطا کیا۔ اگر ہم ان کی علمی و تحقیقی خدمات کو ان کی ۶۵ رسالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر ۵ گھنٹے میں امام احمد رضا ہمیں ایک کتاب دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا، امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دیکر اپنی جامع و ہمہ صفت شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے۔" ۲۹

اور پھر حیران کن بات یہ ہے کہ سفر ہو یا حضر، تنہائی ہو یا مجمع عام، صحت ہو یا مرض، کتابیں پاس ہوں یا وہ کتابوں سے دور ہوں، ان کا قلم ہر حال اور ہر فن میں یکساں دھواں دھار چلتا ہے اور ہر طرح کی نگارشات و تخلیقات کی یہی شان علی الکمال نظر آتی ہے۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے ایسوسی ایٹ پروفیسر سید عبد الرحمٰن بخاری لکھتے ہیں:

"لوگ احمد رضا کو اپنے عہد کا مجدد کہتے ہیں۔ اور میں اسے آنے والے ہر دور کے لئے اپنے رسول ﷺ کا معجزہ سمجھتا ہوں۔ لوگ اسے فاضل بریلوی پکارتے ہیں اور میں اسے آیت الٰہی دیکھتا ہوں، لوگ اسے فقیہ و عالم ٹھہراتے ہیں اور میں اسے فہم دین میں "حجت" گردانتا ہوں" ۳۰

کثرت کار اور ہجوم افکار کا بھی ذرا نظارہ کیجئے۔ لکھتے ہیں:

"فقیر کے یہاں علاوہ رد وہابیہ خذلہم اللہ تعالیٰ و دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار افتاء اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و امصار، جملہ اقطار ہندوستان و بنگال و پنجاب و ملیبار و برہما و ارکان و چین و غزنی و امریکہ و افریقہ حتیٰ سرکار حرمین محترمین سے استفتاء آتے ہیں اور ایک ایک وقت پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں۔" ۳۱

سرعت تحریر اور شان فقاہت کے متعلق شیخ مولانا اخوند جان بخاری مجاور حرمین لکھتے ہیں:

" الا یری الی هذه العجالة النافعته فانهاوان امکن تحریر ها من غیر المولف الالمعی التحریر لکنها مما یستبعد اتماها مماذکره من زمان قصیر، " ۳۲

ترجمہ: ''کیا اس مفید رسالہ کو نہیں دیکھتے، مجال ہے کہ ذکی الطبع اور ماہر علوم مصنف (امام احمد رضا) کے علاوہ کوئی لکھ سکے، مگر یہ بات بعید ہے کہ اتنی مختصر مدت میں کوئی ایسا رسالہ مکمل کر سکے۔''

ان کی ہر کتاب کا عنوان تاریخی اور عربی زبان میں ہے۔ یہ ایک اضافی خوبی ہے، جو ان کی تاریخ دانی، تاریخ گوئی اور بعجلت مادۂ تاریخ نکالنے پر دال ہے، یہ ایک مقالہ کا موضوع بن سکتا ہے۔ صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

☆التحبیر بباب التدبیر ، ۱۳۰۵ھ

صرف پندرہ صفحوں پر مشتمل یہ رسالہ ۲۱/آیات قرآنی، چالیس احادیث نبوی اور دیگر نصوص و جزئیات سے معمور ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں :

باب تدبیر میں آیات واحادیث اتنی نہیں کہ جنھیں کوئی حصر کر سکے۔ فقیر غفرلہ اللہ تعالیٰ دعویٰ کرتا ہے کہ انشاء اللہ اگر محنت کی جائے تو، دس ہزار سے زائد آیات واحادیث اس پر جمع ہو سکتی ہیں۔ مگر کیا حاجت کہ

ع آفتاب آمد دلیل آفتاب

جس مسئلہ کے تسلیم پر تمام جہاں کے کاروبار کا دارومدار، اس میں زیادہ تطویل عبث و بے کار، انکار تدبیر کس قدر اعلیٰ درجہ کی حماقت، اخبث الامراض اور قرآن و حدیث سے صریح اعراض اور خدا اور رسول پر کھلا اعتراض۔'' ۳۳

یہ امر یہیں تک بس نہیں، سیکڑوں مقالات و کتب اور دراسات و رسائل اسی طرح بے ساختہ، قلم برداشتہ بے تہیہ و تیاری کے لکھے گئے ہیں، قلم سے قلم نکلتی، شاخ سے شاخ پھوٹتی، چراغ سے چراغ جل اٹھتا اور تصانیف و تحقیقات کا انبار لگ جاتا۔ کیا کیا گنایا جائے، کیا کیا بتایا جائے، کس کس پہلو کو لیا جائے، کس کس جلوہ کو دیکھا جائے، سبحان اللہ! ان کی ذات بلوریں آئینہ خانہ کی سی ہے۔ جہاں کہ روشنیوں کی برسات ہے، تجلیات کا سیلاب ہے۔ وہ شخص جو حق پسند پاؤں سے چل کر آتا ہے، حق پسند آنکھوں سے دیکھتا ہے، حق پسند کانوں سے سنتا ہے اور حق پسند دل و دماغ سے سمجھتا ہے، نہال ہو جاتا ہے اور عناد و عصبیت، نفرت و بغاوت سے آنے، دیکھنے، سننے اور سمجھنے والا ڈوب کر رہ جاتا ہے۔

ماہر ادبیات ولسانیات سید عبداللہ طارق لکھتے ہیں:

''امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے علم کی عظمتوں کے کس پہلو کا بیان کروں، وہ علم کے سمندر تھے، ایک موج تک پہونچنے کی کوشش ہی کرتا ہوں کہ اگلی سر سراتی ہوئی ہوا سر کے اوپر سے گذر جاتی ہے، اور حد نگاہ تک ایسی موجیں ہی موجیں نظر آتی ہیں۔ کیا سمندر کو بھی کوزے میں بند کیا جا سکتا ہے'' ۳۴

حوالہ جات

۱۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۵
۲۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۶
۳۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۷
۴۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۹
۵۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۶
۶۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۶

۷۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ
رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۹
۸۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ
رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۹
۹۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ
رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۹
۱۰۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ
رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۹
۱۱۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ
رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۹ء ۱۵/۵۵۷
۱۲۔ فتاویٰ قاضی خان باب التیمم مطبع نول کشور ۱/۳۰
۱۳۔ سید محمد ظفر الدین مولینا حیاتِ اعلیٰ حضرت
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۲۶۷
۱۴۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ
رضا فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۳ء ۴/۲۱۵
۱۵۔ الفیوضات الملکیہ ص:۷۲
بہ حوالہ فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص:۲۸
۱۶۔ محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الطاری الداری لھفوات عبدالباری
حسنی پریس، بریلی ۱۹۲۱ء ۲/۲۹
۱۷۔ محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الطاری الداری لھفوات عبدالباری
حسنی پریس، بریلی ۱۹۲۱ء ۲/۳۱
۱۸۔ محمد مصطفیٰ رضا خان مولانا الطاری الداری لھفوات عبدالباری
حسنی پریس، بریلی ۱۹۲۱ء ۲/۳۱،۳۲
۱۹۔ محمد ظفر الدین مولینا حیاتِ اعلیٰ حضرت
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۲۲
۲۰۔ محمد ظفر الدین مولینا حیاتِ اعلیٰ حضرت
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی ۱۹۹۲ء ۱/۲۶
۲۱۔ سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیاتِ اعلیٰ حضرت
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی ۱۹۹۲ء ص:۲۲،۳۶،۳۸
۲۲۔ احمد رضا خان امام کرنسی نوٹ کے مسائل
ادارہ افکارِ حق بائسی پورنیہ بہار ۱۹۹۳ء ص:۵۷ و بعد
۲۳۔ احمد رضا خان امام کاسر السفیہ مع کفل الفقیہ
ادارہ افکارِ حق بائسی پورنیہ بہار ۱۹۹۳ء ص:۱۰۳
۲۴۔ احمد رضا خان امام کرنسی نوٹ کے مسائل
ادارہ افکارِ حق بائسی پورنیہ بہار ۱۹۹۳ء ص:۱۱۹ و بعد
۲۵۔ سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیاتِ اعلیٰ حضرت
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی ۱۹۹۲ء ص:۱/۳۸
۲۶۔ ایضاً
۲۷۔ سید محمد ظفر الدین رضوی مولانا حیاتِ اعلیٰ حضرت
مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی ۱۹۹۲ء ص:۱/۹۴
۲۸۔ محمد مسعود احمد پروفیسر محدثِ بریلوی
ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی ۱۹۹۳ء ص:۹۷
۲۹۔ ماہنامہ ''قاری'' دہلی، امام احمد رضا نمبر ۱۹۸۹ء ص:۲۸
۳۰۔ سہ ماہی ''افکار رضا'' بمبئی، شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۰ء
مضمون سید عبدالرحمٰن بخاری، ص:۵۸
۳۱۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ
رضا فاؤنڈیشن، لاہور ۱۹۹۹ء ۴/۱۳۹
۳۲۔ احمد رضا خان امام رسائلِ رضویہ، مطبوعہ لاہور، ص:۱۵۰
۳۳۔ احمد رضا خان امام فتاویٰ رضویہ، رضا اکیڈمی بمبئی
۱۹۹۴ء ۱۱/۱۸۵
۳۴۔ مجلہ پیغامِ رضا کا امام احمد رضا نمبر، سیتامڑھی بہار،
جولائی ۱۹۹۶ء مضمون ڈاکٹر سید عبداللہ طارق، ص:۲۳۴

----- xxx -----

کلامِ رضا میں

عشقِ رسول ﷺ کی جمالیات

از: مہتاب پیامی*

عشق خواہ دنیوی ہو یا اخروی، بہر حال انسان کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس سے اس کی زندگی کی بنیادی ضرورتیں وابستہ ہوتی ہیں۔ اشرف المخلوقات ہونے کے سبب انسان کے اساسی تقاضے پیچیدہ تر ہوتے ہیں کیونکہ (عرف عام میں) وہ ایک معاشرتی حیوان ہے اور اپنی ہر ضرورت کی تکمیل کے لیے دوسروں کے تعاون کا محتاج رہتا ہے۔ معاشرتی حیوان ہونے کے ساتھ ساتھ وہ حیوانِ ناطق بھی ہے۔ یہ دوسری صفت اس کی اس منفرد صلاحیت کی نشاندہی کرتی ہے کہ وہ اپنے عشق کے ذریعہ دوسروں سے رابطہ کر سکتا ہے۔ اس کا یہ رابطہ صرف گویائی تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس کے پسِ پردہ تجربہ، تاثر، احساس، جذبہ، خیال، تصور اور فکر کے تسلسل کی بھی غمازی کرتا ہے اور فرد صرف کلمہ ہی ادا نہیں کرتا بلکہ مخاطب کو اپنے اس تجربہ میں کلیۃً شریک کرنا چاہتا ہے، جو اس نے خود کیا ہے۔ چنانچہ وہ اسے ان الفاظ میں ادا کرنا چاہتا ہے جو اس کی مجموعی داخلی کیفیات کی عکاسی کر سکیں۔ پوری زندگی کو گرفت میں لینے کی کوشش اور حیات و کائنات کے پردے میں عشق کی جلوہ سامانیاں توجہ کا مرکز بن جاتی ہیں۔ یہ عشق ایک حساس فن کار کی باطنی کیفیات کے پیشِ نظر غیر معمولی بن جاتا ہے۔ فن کار، حسن کو اس کی وسعت میں محفوظ کرتا ہے اور اس کے اختصار میں بھی۔ حسن جب پھیلتا ہے تو کائنات بن جاتا ہے سمٹتا ہے تو محبوب کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

سُرمگیں آنکھیں حریمِ حق کی وہ مشکیں غزل
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

اور وہ اس کی ذات کی مرکزیت کا قائل ہوتے ہوئے کہتا ہے۔

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

عشقِ رسول ﷺ وہ آگ ہے جس کی تہہ میں کوثر و سلسبیل کے چشمے جاری ہیں۔ وہ آگ جو زندگی سے عبارت ہے، فن کار کو اپنی مکمل گرفت میں لے لینا چاہتی ہے اور فن کار اپنی بے تابی کو التجا آمیز لہجے میں اس طرح ظاہر کرتا ہے۔

سرہانے ان کے بسمل کے یہ بے تابی کا ماتم ہے
شہِ کوثر ترحم تشنہ جاتا ہے زیارت کا

اسے قرار سے نسبت نہیں ہوتی، وہ اپنے وجود کے اندر ایک ہمہ گیر بے قراری کو محسوس کرتا ہے۔

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابانِ عرب

اور اس بے قراری کے ہوتے شاعر خود کو مقامِ فنا پر سمجھتا ہے اور اسے "اسرار" کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

حسن بے پردہ کے پردے نے مٹا رکھا ہے
ڈھونڈنے جائیں کہاں جلوۂ ہرجائی دوست

جس عالم میں وہ سانس لے رہا ہے وہاں تبدیلی کا مسلسل عمل جاری ہے اور شاعر ایک بڑے لمحہ شناس کی طرح اس تماشے کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
اُف رے منکر یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

---

* شعبۂ کمپیوٹر، جامعہ اشرفیہ، مبارکپور

نجات حاصل کرنے کے بعد ہر شخص کا پہلا احساس اسی طرح کا ہوتا ہے۔ حقیقت کو اس کی گہرائیوں میں ٹٹولتے ہوئے جو عرفان حاصل ہوتا ہے، اس سے کچھ استعارے خلق ہو کر اپنی معنی خیز لہروں سے ایسی تصویر ابھارتے ہیں کہ معاشرے کا ایک نقش سامنے آجاتا ہے اور انہی استعاروں سے اسے عرفانِ ذات حاصل ہوتا ہے۔

رشکِ قمر ہوں، رنگِ رخِ آفتاب ہوں
ذرا ترا جوائے شہ گردوں جناب ہوں
گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشمِ پُر آب ہوں
دل ہوں تو برق کا دلِ پُر اضطراب ہوں

فن کار کا محبوب ایک ایسا پیکر ہے جو غیر معمولی ہے، آسمان مدتوں گردش کرتا ہے تب کہیں جا کر اس کے جلووں سے فیض یاب ہوتا ہے۔

فن کار کو عشق کے جو تجربے حاصل ہوئے ہیں، وہ انہیں لکھ دینا چاہتا ہے لیکن نہ معلوم ایسے کتنے تجربات ہیں جو زیرِ قلم نہ آسکے۔ اس نے استعاروں کی ایک مختصر سی انجمن سجائی اور شعور و احساس سے وابستہ خیالات و تصورات کو الفاظ کا جامہ پہنا دیا۔ اس کے دل میں آرزوؤں اور تمناؤں کی ایک دنیا بسی ہوئی ہے۔ آرزو کے عرفان کا ایک معنی خیز منظر پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔

عرض کروں حضور سے دل کی تو میرے خیر ہے
پیٹتی سر کو آرزو دشتِ حرم سے آئی کیوں

زندگی کے تجربے عشق میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور ایسا ساز بن جاتے ہیں جس سے دعاؤں کا آہنگ پیدا ہوتا ہے۔ عشق زندگی کا انوکھا احساس ہے جو مجسم ہو گیا ہے اور چاہتا ہے کہ لبِ اطہر سے اقرارِ شفاعت ہو جائے تاکہ جوششِ عصیاں بے چین نہ رکھے۔

گر لبِ پاک سے اقرارِ شفاعت ہو جائے
یوں نہ بے چین رکھے جوششِ عصیاں ہم کو

اور مزید یہ التجا کہ سایۂ دامانِ رحمت میں پناہ مل جائے۔

نیرِ حشر نے اِک آگ لگا رکھی ہے
تیز ہے دھوپ، ملے سایۂ داماں ہم کو

اور صحرا نوردی کی تمنا میں کوہ و بیاباں سے خطرہ کہ کہیں عشق کی سوختہ سامانی ختم نہ ہو جائے۔

خارِ صحرائے مدینہ نہ نکل جائے کہیں
وحشتِ دل نہ پھرا کوہ و بیاباں ہم کو

اور عشقِ رسول ﷺ میں دیوانگی کی حدود کو چھو لینے کی تمنا

چاکِ داماں میں نہ تھک جائیو اے دستِ جنوں
پرزے کرنا ہے ابھی جیب و گریباں ہم کو

کلامِ رضا میں عشق کی علامات کچھ اس طرح پیش ہوئی ہیں:

ہجر کی بے قراری، دیدار اشتیاق، کوچۂ حبیب میں پھرنے کی خواہش، بعدِ مرگ دیارِ حبیب میں دفن ہونے کی شدید آرزو، دردِ فرقتِ ناتوانی وغیرہ۔ ذیل کے اشعار میں تمام علامات اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود ہیں۔

ان کے نقشِ پا پہ غیرت کیجئے
آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجئے
ان کے حسنِ باملاحت پر نثار
شیرۂ جاں کی حلاوت کیجئے
ان کے در پہ جیسے ہو مٹ جایئے
ناتوانو! کچھ تو ہمت کیجئے
ان کے در پر بیٹھے بن کر فقیر
بے نواؤ! فکرِ ثروت کیجئے
سر سے گرتا ہے ابھی بارِ گناہ
خم ذرا فرقِ ارادت کیجئے
در بدر کب تک پھریں خستہ خراب
طیبہ میں مدفن عنایت کیجئے

عشق میں سب سے پہلی چوٹ دل پر پڑتی ہے اور محبوب کے

جلوؤں کو دیکھتے ہوئے دل بے قابو ہوجاتا ہے۔ دیدہ و دل کی باہمی تکرار کا تصور بہت پرانا ہے۔ ازمنۂ وسطیٰ کے رومانی افسانوں میں یہ خیال عام تھا کہ محبت آنکھوں کے ذریعہ دل پر اثر کرتی ہے۔ اطالوی اور انگریزی شاعروں نے اس کیفیت کی ترجمانی میں اپنے فن کے جوہر دکھائے ہیں۔ چنانچہ شیکسپیئر کہتا ہے:

Mine eye and heart are at a mortal war.
How to divide the conquest of thy sight.

''یعنی میرے دیدہ و دل ایک مہلک جنگ میں مبتلا ہیں وہ محبوب کے دیدار کی حصول یابی کو تقسیم کرنے سے قاصر ہیں۔''

اور بات عشقِ رسول ﷺ تک پہنچتی ہے تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

پیشِ نظر وہ نو بہار، سجدے کو دل ہے بے قرار
روکیے سر کو روکیے، ہاں یہی امتحان ہے

حدائقِ بخشش اپنے عہد کا ایک ایسا جمالیاتی صحیفہ ہے جو بیک وقت تجربات و واقعات اور ان کی رنگا رنگ کیفیات اور ڈکشن (Diction) کی عظمت سے متاثر کرتا ہے۔ فاضل بریلوی حسّی اور جذباتی تجربوں سے کشادگی اور تہہ داری پیدا کرتے ہوئے اپنے کینوس (Canvas) کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرتے جاتے ہیں۔ ان کے کلام میں تحیر، عشق، غم، نشاط، نشاطِ غم اور حیات و کائنات کے تعلق سے حسی جمالیاتی تجربے اپنے جلال و جمال، اپنے وقار، اپنی رفعت و عظمت اور بلیغ گہرائی سے متاثر کرنے لگتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا کرشمہ یہ ہے کہ انہوں نے بار بار سنائے ہوئے واقعات اور تجربات کو Legends بنادیا ہے۔ انہوں نے عشق کے تجربوں کے تسلسل میں اپنے عہد کی ایک ایسی مقدس کتاب مرتب کردی ہے جو ہند عرب جمالیات کے وسیع تر مناظر میں ہر صفحے پر عشق اور اس کے اسرار کا انکشاف اور اظہار کرتا جاتا ہے۔ ان کے تجربے تاریخ کی بے پناہ گہرائیوں کا احساس کراتے ہیں۔

کلامِ رضا میں اکثر استعاروں کا عمل موسیقی کی لہروں کی مانند ہوتا ہے۔ مختلف لمحوں میں استعارے تجربوں کے آہنگ کا احساس دیتے ہیں اور جب ان کی معنویت اثر انداز ہونے لگتی ہے تو شعری تجربہ اہم ہوجاتا ہے۔ استعارے، معنی اور اس کی تہہ داری سے آشنا کرانے کے وسیلے ہوتے ہیں جیسے ہی مکان (Space) کا کوئی پہلو ابھرتا ہے، مناظر وسعت اختیار کرلیتے ہیں، کینوس کا دائرہ وسیع ہوجاتا ہے اور دیکھتے دیکھتے شعری و جمالیاتی تجربوں کی لامحدودیت کا احساس ملنے لگتا ہے۔ وقت کا عام تصور پگھلنے لگتا ہے۔ جو کچھ سامنے ہے ان کا اپنا اثر اپنی جگہ پر لیکن جو کچھ سامنے نہیں ہے، استعاروں کی لہروں سے جن کے تاثرات ملتے ہیں ان سے ایک نئی جمالیاتی حسی دنیا خلق ہوجاتی ہے۔

کلامِ رضا کا کلاسیکی ادب (Classical Litt.) سے براہِ راست اور بالواسطہ ذہنی اور جذباتی رشتہ قائم ہے۔ وہ آزادانہ طور پر کلاسیکی افکار و خیالات اور کلاسیکی اسالیب اور لب و لہجے میں سفر کرتے رہے ہیں لیکن چوں کہ ان کا تخلیقی وجدان اور اس کا وژن (Vision) منفرد ہے اس لیے ان کی اپنی سحر انگیزی بھی ہے جو نئے رنگوں اور معنویت کی تخلیق کرتی ہے۔ فارسی، اردو اور عربی الفاظ کے ساتھ ان کا تخلیقی برتاؤ جس نوعیت کا ہے اس میں الفاظ اور استعارے نئی معنویت پیش کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر کلاسیکی عرفان کے ساتھ زبان کا ایک اعلیٰ معیار قائم کیا ہے۔ اسٹائل (Style)، صورت (Structure) ہی کا ایک نام ہے اور صورت، تجربوں کی روشنی اور حرارت ہے۔ عشقِ رسول ﷺ کی جمالیات جس Style اور Structure کا تقاضا کررہی تھی، اعلیٰ حضرت کے تخلیقی وجدان اور وژن نے اس کی تکمیل کردی۔

کلامِ رضا کی اثر آفرینی اور سحر آفرینی کہ جس سے مناظر پُر اسرار رنگ و فضا کو لیے ہوئے نمایاں ہوتے ہیں، شعریات میں ایک منفرد معیار قائم کرتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت جو کچھ بیان کرتے ہیں یا جو مناظر دکھاتے ہیں، وہ ہمیں گہرائیوں میں لے جاتے ہیں اور سچائیوں

سے آشنا کرتے ہیں۔ جوسف جابرٹ (Joseph Joubert) کے مطابق:

What is true by lamp light is not always true in the suns' ...

یعنی چراغِ شب کی ہلکی روشنی میں جو حقیقت نظر آتی ہے، ضروری نہیں کہ وہ چمکتی دھوپ میں بھی حقیقت ہی ہو۔ یعنی حقیقتوں کا انکشاف ہمیشہ ایک Large Vision کے ذریعہ ہوتا ہے۔ کلامِ رضا کو ہم چمکتی ہوئی دھوپ سے تعبیر کرسکتے ہیں جو بلاشبہ ایک Large Vision ہے۔

اعلیٰ حضرت کی آواز، ان کے الفاظ کے انتخاب، لفظوں کی معنویت اور ان کے آہنگ میں کئی رجحانات ملتے ہیں اور ہر رجحان عشق کے کسی نہ کسی پہلو سے مضبوط رشتے کی خبر دیتا ہے۔ کچھ تجربے محض خاکے بن جاتے ہیں اور اتنے مستحکم او... بش ہوتے ہیں کہ قاری کا ذہن ان میں اپنے تاثرات شامل کر کے ایک ساتھ کئی جہتوں کو پانے لگتا ہے۔ قاری کے ذہن میں پُراسرار تبدیلی (Transformation) کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔ تجربوں کے خاکوں میں آتش نوائی اور سرور آفرینی (Rhapsody) کی ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ روایتی معنی و بیان (Rhetoric) سے ذہن ہٹ جاتا ہے۔ اس لیے کہ فصاحت و بلاغت کا نیا معیار سامنے ہوتا ہے، جو انسانی ہیجانات کے ساتھ ڈرامائی خصوصیات کو بھی لیے ہوتا ہے۔

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے، لو جب تو بن آئی ہے
طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں، کیوں بات بڑھائی ہے
مطلع میں یہ شک کیا تھا، واللہ رضا واللہ
صرف ان کی رسائی ہے، صرف ان کی رسائی ہے

کلامِ رضا ابہام و تجنیس کی شدت کے ساتھ عشق کی سچائیوں کا احساس بھی عطا کرتا ہے اور اس طرح "حقیقی تجنیس کی شدت" کا ایک ایسا تصور ملتا ہے جو قاری کے مزاج کی تشکیل میں بھی حصہ لیتا ہے۔

واقعات کے بیان کی سحر انگیزی کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

وہاں فلک پر، یہاں زمیں میں، رچی تھی شادی، مچی تھی دھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آئے، اِدھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی، کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی، جگہ جگہ نصب آئینے تھے
نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا، سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے قمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بنادیے تھے
نظر میں دولہا کے پیارے جلوے، حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پر آنچل، تجلی ذات بحت سے تھے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے، دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا، حرم کو خود وجد آرہے تھے

غرض اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کے شعری تجربوں اور ان کے Diction سے ایک ایسا وسیع ترین جمالیاتی منظر نامہ تیار ہوتا ہے کہ اس سے عشق کا ایک جہانِ معنیٰ پیدا ہوتا نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت عشق کو اس کی گہرائیوں میں ٹٹولتے اور چھوتے ہیں اور اس عمل سے ان کے شعری Canvas کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا محسوس ہونے لگتا ہے۔ واقعات اور حادثات جمالیاتی تجربوں کی روشنی سے اپنی کئی جہتوں کا احساس ایک ساتھ کرانے لگتے ہیں۔ تجربات اور واقعات کے درخت سے کئی ایک شاخوں کی نمو ہوتی ہے اور ان کی Multicolour تصویریں اور کیفیتیں ابھرنے لگتی ہیں۔ Diction کی عظمت تجربوں سے پھوٹتی محسوس ہوتی ہے۔ حیرت، تحیر، عشق اور قوت کے حسی جمالیاتی تجربے قاری کو اپنے جلال و جمال، اپنے وقار، اپنی رفعت و عظمت کا احساس بخشتے ہیں۔

----- xxx -----

رضا تحقیقی و علمی منصوبہ..............ایک اہم گزارش

(Raza Higher Educational Research Project)

ادارے نے اعلیٰ حضرت پر پی۔ایچ۔ڈی کرنے کے خواہش مند اسکالرز کی رہنمائی کے لئے "رضا ہائر ایجوکیشنل ریسرچ پروجیکٹ" تیار کیا ہے جس کا ابتدائی کام اعلیٰ حضرت پر تحقیق کرنے والے بین الاقوامی اسکالرز کی تیز رفتار بڑھتی ہوئی ضروریات کو بروقت پورا کرنے کے لئے تحقیقی خاکوں (Research Plans) کی تیاری ہے۔اس پروجیکٹ کے تحت مختلف عنوانات پر تقریباً ایک ہزار تحقیقی خاکوں کو مدن کر کے کتابی شکل میں اسکالرز کو رہنمائی کی سہولیات مہیا کرنا ہے۔اس لئے تمام اسکالرز، علماء، محققین اور پروفیسر حضرات صاحبان سے گذارش ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کی مناسبت سے ہمیں فقہ، حدیث، سیاسیات، اردو، فارسی، عربی زبان وادب اور شاعری کی خصوصیات، سوشیالوجی، جدید علوم، تعلیمی نظریات وغیرہ پر مختلف عنوانات کے حوالہ سے تحقیقی خاکے (Research Plans) ارسال فرمائیں تاکہ عالمی سطح پر یونیورسٹی کے طلباء اور اسکالرز کی رہنمائی کی جاسکے۔

اس حوالہ سے ایک منفرد ریسرچ پلان شاملِ اشاعت ہے جو محترم پروفیسر دلاور خان* صاحب نے مرتب کیا ہے۔ہم ان کے ممنون ہیں اور ان کے شکریہ کے ساتھ معارف میں شائع کر رہے ہیں۔ ﴿ادارہ﴾

علمِ ریاضی میں مولانا احمد رضا خان حنفی کی خدمات کا تحقیقی جائزہ

ابتدائی صفحہ

سرورق	**Title**
منظوری	**Acceptance**
ہدیۂ تشکر	**Aknowledgment**
فہرستِ ابواب	**List of Chapters**
فہرست جداول	**List of Tables**

---

* پرنسپل جامعہ ملیہ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، ملیر

پہلا باب: مقدمہ

دوسرا باب: تاریخ ریاضی

تیسرا باب: ریاضی کے ارتقاء میں مسلمانوں کی خدمات

چوتھا باب: علمی اور عام زندگی میں ریاضی کی اہمیت

پانچواں باب: مولانا احمد رضا خاں حنفی کی سوانح حیات اور علمی خدمات

چھٹا باب: ریاضی کی نظریاتی تشکیل میں مولانا احمد رضا خاں حنفی کی خدمات

ساتواں باب: علمِ ریاضی کی شرعی حیثیت کا تعین اور مولانا احمد رضا خاں کی خدمات

آٹھواں باب: طریقہ ہائے ریاضی اور مولانا احمد رضا خاں کی خدمات

نواں باب: حساب اور مولانا احمد رضا خاں کی خدمات

دسواں باب: الجبرا اور مولانا احمد رضا خاں کی خدمات

گیارہواں باب: جیومیٹری اور مولانا احمد رضا خاں کی خدمات

بارہواں باب: مثلثی ہندسہ اور مولانا احمد رضا خاں کی خدمات

تیرہواں باب: خلاصہ تحقیق اور نتائج، سفارشات، implication، کتابیات۔

----------- XXX -----------

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

رضا کی ادویات ـ بے مثل خصوصیات

رضا کی دیگر مؤثر ادویات میں سے چند ایک نظر میں

نام دوا	قیمت	فوائد و استعمالات
انرجیک سیرپ ENERGIC Syrup	75/-	اعضائے رئیسہ وشریفہ (دل، دماغ، جگر) کی حفاظت کرتا ہے۔ جسم کو خون سے بھرپور کرتا ہے۔ ضائع شدہ توانائی بحال کرتا ہے۔
کف کل سیرپ COUGHKIL Syrup	30/-	خشک اور بلغمی کھانسی، کالی کھانسی، شدید کھانسی، دورے والی کھانسی، دمہ اور امراضِ سینہ میں بے حد مفید ہے۔
لیورجک سیرپ LIVERGIC Syrup	50/-	ضعفِ جگر، یرقان، ورم جگر، ہیپاٹائٹس، جگر کا بڑھ جانا، جگر کا سکڑ جانا، ورم پتہ، مثانہ کی گرمی، سینہ اور ہاتھ پاؤں کی جلن میں مفید ہے۔
پیورِفک سیرپ PURIFIC Syrup	45/-	چہرے کے داغ دھبے، کیل مہاسے، گرمی دانے، پھوڑے پھنسیاں، خارش، الرجی، داد، چنبل، بواسیر بادی وخونی میں مفید ہے۔ اعلیٰ مصفی خون ہے۔
گائنوجیک سیرپ GYNOGIC Syrup	110/-	ایام کی بے قاعدگی، رحم کی کمزوری، ورمِ رحم، عادتی اسقاطِ حمل، اٹھرا، کمر درد اور جملہ امراضِ نسوانی میں اکسیر ہے۔
لیکورک کیپسولز LIKORIC Capsules	90/-	سیلان الرحم (لیکوریا)، حاد و مزمن کی مؤثر دوا ہے۔ اندام نہانی کے ورم اور سوزش کو دور کرتے ہیں، کیلشیم کی کمی، رحم اور متعلقاتِ رحم کو تقویت دیتے ہیں۔
عرقِ جگر ARQ-E-JIGAR	60/-	جگر وطحال کے جملہ امراض، دردِ جگر، ورمِ جگر، جلندھر، ہیپاٹائٹس کی جملہ اقسام میں مناسب بدرقات کے ساتھ حیرت انگیز نتائج کا حامل ہے۔
شربتِ بادام SHARBAT-E-BADAM	110/-	دماغ کو طاقت دیتا، حرارت کو تسکین دیتا ہے، سینہ وطبیعت کو نرم کرتا ہے۔
دافعِ جریان کورس DAF-E-JIRYAN Course	300/-	کثرتِ احتلام، جریان، سرعتِ انزال، ذکاوتِ حس میں اکسیر ہے۔
روزک سیرپ ROSIC Syrup	150/-	فطری قوتِ مدبرہ بدن کو بیدار کرتا ہے۔ ہاضمے کے عمل کو بہتر بناتا ہے۔ جگر اور اعصاب کو طاقت دیتا ہے۔ خواتین کے لئے بہترین ٹانک ہے۔ زچہ وبچہ میں خون کی کمی کو دور کرتا ہے۔
کڈ ٹانک سیرپ KIDTONIC Syrup	27/-	بچوں کو قبض، اپھارہ، نفخ، پیچش، قے دست، کھانسی، نزلہ، زکام، بخار اور گلے کی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ جسم کو طاقت دیتا اور غذائی کمی، خون کی کمی اور کیلشیم کی کمی کو پورا کرتا ہے۔
کشش (بریسٹ کریم) KASHISH Breast Cream	150/-	اکثر خواتین ایک ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد نسوانی خوبصورتی کھودیتی ہیں۔ کشش (بریسٹ کریم) بریسٹ کو سڈول، خوبصورت اور پرکشش بناتی ہے۔

ریٹائرڈ پرسن، انویسٹر، ہول سیلرز، میڈیکل/سیلز ریپ، فری لانسرز، ڈسٹری بیوٹرز و مارکیٹرز متوجہ ہوں۔ اپنے شہر، قصبے اور گاؤں میں رضا لیباریٹریز کی مایہ ناز ہربل ادویہ کی فرنچائز مارکیٹنگ کے لئے رابطہ فرمائیں۔ پرکشش پیکیج سیمپل، لٹریچر، اسٹیشنری اور پبلسٹی بذمہ کمپنی

ZAIGHAM ENTERPRISES

Distributer & Promoter of Medicine & General Items

مطب رضا، مین بازار، گلشن لیبر کالونی (رشید آباد)، نزد غوثیہ ہوٹل سائٹ، کراچی۔ 75700

فون: 021-4219419 موبائل: 0333-2166710

روزنامہ جنگ راولپنڈی
پیر 24 ربیع الاول 1411ھ 15 اکتوبر 1990ء

امام احمد رضاؒ نے خون جگر دے کر مقام رسالت کا تحفظ کیا

تحقیقات امام احمد رضاؒ کے زیراہتمام امام احمد رضا کانفرنس سے مولانا کوثر نیازی، حنیف طیب کا خطاب

اسلام آباد (پ ر) عشق رسولؐ کا دعویٰ کرنا آسان نہیں دعویٰ وہی ذات کرسکتی ہے جو خود عبدالمصطفیٰ ہو۔ ان خیالات کا اظہار مولانا کوثر نیازی نے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے زیراہتمام امام احمد رضا کانفرنس سے مہمان خصوصی کی حیثیت سے خطاب کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا [illegible]

بقیہ — امام احمد رضا

کہ امام احمد رضا نے اپنے خون جگر کا رنگ دے کر حضورؐ کے مقام کا تحفظ کیا انہوں نے مقام رسالتؐ کے تعین اور اس کو اجاگر کرنے میں جہاں ڈوب کر لکھا وہاں عشق کے تقاضے بھی پورے کئے مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ امام احمد رضا نے عالم اسلام کے مسلمانوں کے اتحاد کیلئے ایک نکاتی پروگرام یعنی عشق رسولؐ کا نکتہ دیا۔ انہوں نے بتایا کہ عالم اسلام کے تمام مسائل کا حل عشق رسولؐ میں مضمر ہے سابق وفاقی وزیر حاجی حنیف طیب نے کہا کہ اعلیٰ حضرت نے عشق رسولؐ کے چراغ ہمارے دلوں میں منور کردیئے انہوں نے کہا کہ اس چراغ مصطفویؐ کی روشنی سے فیض یاب ہوکر ہم پاکستان کو عدل و انصاف کا نمونہ بنا سکتے ہیں کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے سماجی بہبود کونسل کے چیئرمین محمود علی نے کہا کہ امام احمد رضا کے کارناموں پر انگریزی زبان میں کام کی رفتار کو تیز کیا جائے تاکہ عالمی سکالرز بھی اس سے فیض یاب ہوسکیں۔ ڈاکٹر غضنفر مہدی نے اپنے خطاب میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ حکومت تمام جامعات میں امام احمد رضا پر ریسرچ کیلئے "امام احمد رضا چیئر" قائم کرے ابو طاہر محمد یونس کاظمی نے کہا کہ اعلیٰ حضرت عاشق رسولؐ ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑے مقام پر فائز تھے۔ کانفرنس سے سید ریاست علی قادری اور سید آل احمد رضوی نے بھی خطاب کیا۔